ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

29

www.tanzeem.org

20تا26شوال المکرّم1437ھ/26جولائی تا یکم اگست2016ء

پاکستان کی بقا کی بنیاد: اسلام

پاکستان کے مسلمانوں میں مقاصد کی یکجہتی اور ہم آہنگی صرف مسلم قومیّت کے تصوّر اور محض قوم پرستانہ جذبے کی بنیاد پر پیدا نہیں ہوسکتی' بلکہ انہیں کوئی شے ''بنیانِ مرصوص'' (یعنی سیسہ پلائی ہوئی دیوار) بنا سکتی ہے تو صرف وہ مذہبی جذبہ ہوسکتا ہے جو اسلام کے ساتھ حقیقی تعلق اور کردار و عمل کے واقعی رشتے سے پیدا ہوا اور اُسی سے غذا حاصل کرے اور نشو ونما پائے۔

اُس مذہبی جذبے کے بارے میں جو پاکستان کی بقا و استحکام کے لیے ٹھوس بنیاد بن سکے' دوسری اہم اور بنیادی بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ یہ جذبہ اسلام کی کسی جدید دانشورانہ تعبیر کے ذریعے پیدا نہیں کیا جا سکتا' بلکہ اُس کے لیے اسلام کی صرف وہی تعبیر موثّر اور کارگر ہوگی جو صدیوں کے تعامل اور ''روایت'' کی بنا پر مسلمانوں کے ''اجتماعی شعور'' (COLLECTIVE CONSCIOUSNESS) کا جُزوِ لاینفک بن چکی ہے۔

موضوعِ زیرِ بحث کے اعتبار سے ہم ایک ایسے جذبے کی بات کر رہے ہیں جو عوام میں ذہنی' فکری اور جذباتی ہم آہنگی پیدا کرے اور اُن کو محنت و مشقت اور ایثار و قربانی پر آمادہ (MOTIVATE) کر سکے اور ظاہر ہے کہ یہ مقصد کسی جدید تعبیر کے ذریعے حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کی پیدائش و افزائش کا کوئی امکان اگر ہے تو دین و مذہب کے صرف اور صرف اُن تصورات اور تعبیرات کی بنا پر ہے جن کی 'اسلامیت' نہ صرف یہ کہ مسلمان عوام کے اجتماعی شُعور کے نزدیک مُسلم اور قابلِ قبول ہو بلکہ اُن کے تحت الشعور میں رچی بسی ہو حتیٰ کہ اُن کے لاشعور میں نفوذ کیے ہوئے ہو اور اس میں ہرگز کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ تعبیرات اور تصورات وہی ہو سکتے ہیں جنہیں علماء کی تصدیق حاصل ہو' ایسے علماء جن پر دین و مذہب کے معاملے میں مسلمان عوام کی عظیم اکثریت اعتماد کرتی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد

ترکی میں ناکام بغاوت:
کیا ہم کوئی سبق حاصل کریں گے؟

رمضان کا حاصل،
لیلۃ القدر اور پاکستان

اپنی ہی کمائی کو تو لوٹا نہیں جاتا

قانون اور حقوقِ نسواں

کشمیر میں بھارتی فوج کی جارحیت،
مسلمان ممالک میں دہشت گردی اور
آرمی چیف کو مارشل لاء کی دعوت

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (715)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

جہنم کا عذاب

سورۃ الکھف | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت :29

وَقُلِ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ ۟ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ ۙ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِیۡنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِہِمۡ سُرَادِقُہَا ؕ وَاِنۡ یَّسۡتَغِیۡثُوۡا یُغَاثُوۡا بِمَآءٍ کَالۡمُہۡلِ یَشۡوِی الۡوُجُوۡہَ ؕ بِئۡسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴿۲۹﴾

آیت ۲۹ ﴿وَقُلِ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ ۟ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ ۚ﴾ ’’اور آپؐ کہہ دیجیے کہ یہی حق ہے تمہارے رب کی طرف سے‘ تو اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔‘‘

کفارِ مکہ کی طرف سے کوئی درمیانی راستہ نکالنے کی کوششوں کے جواب میں یہاں حضورﷺ کی زبانِ مبارک سے واضح اور دو ٹوک انداز میں اعلان کرایا جا رہا ہے کہ تمہارے رب کی طرف سے جو حق میرے پاس آیا ہے وہ میں نے تم لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اب تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں‘ اسے من وعن قبول کر لو یا اسے رد کر دو۔ لیکن یاد رکھو اس میں کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پر تم سے کوئی سودے بازی ممکن نہیں۔ یہ وہی مضمون ہے جو سورۃ الدھر میں اس طرح بیان ہوا ہے: ﴿اِنَّا ہَدَیۡنٰہُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوۡرًا ﴿۳﴾﴾ یعنی ہم نے انسان کے لیے ہدایت کا راستہ واضح کر دیا ہے اور اس کو اختیار دے دیا ہے کہ اب چاہے وہ شکر گزار بنے اور چاہے ناشکرا۔

﴿اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِیۡنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِہِمۡ سُرَادِقُہَا ؕ﴾ ’’ہم نے ظالموں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے‘ اُس کی قناتیں ان کا احاطہ کر لیں گی۔‘‘

جہنم کی آگ قناتوں کی شکل میں ہوگی اور وہ اللہ کے منکرین اور مشرکین کو گھیرے میں لے لے گی۔

﴿وَاِنۡ یَّسۡتَغِیۡثُوۡا یُغَاثُوۡا بِمَآءٍ کَالۡمُہۡلِ یَشۡوِی الۡوُجُوۡہَ ؕ﴾ ’’اور اگر وہ پانی کے لیے فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی ایسے پانی سے کی جائے گی جو (کھولتے ہوئے) تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا‘ جو چہروں کو بھون ڈالے گا۔‘‘

﴿بِئۡسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴿۲۹﴾﴾ ’’بہت ہی بری چیز ہوگی پینے کی‘ اور وہ (جہنم) بہت ہی بری جگہ ہے آرام کی!‘‘

’’مُہۡل‘‘ کا ترجمہ تیل کی تلچھٹ کے علاوہ لاوا بھی کیا گیا ہے اور پگھلا ہوا تانبا بھی۔ سورۃ ابراہیمؑ کی آیت ۱۶ میں جہنمیوں کو پلائے جانے والے پانی کو ’’مَآءٍ صَدِیۡدٍ‘‘ کہا گیا ہے جس کے معنی زخموں سے رسنے والی پیپ کے ہیں۔ بہر حال یہ سیال مادہ جو انہیں پانی کے طور پر دیا جائے گا اس قدر گرم ہوگا کہ ان کے چہروں کو بھون کر رکھ دے گا۔ اب آئندہ آیات میں فوری تقابل کے لیے اہل جنت کا ذکر آ رہا ہے۔

فرمان نبویؐ

جہنمیوں کا کھانا پینا

عَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ:((لَوۡ اَنَّ دَلۡوًا مِنۡ غَسَّاقٍ یُھۡرَاقُ فِی الدُّنۡیَا لَاَنۡتَنَ اَھۡلُ الدُّنۡیَا))

(الترمذی)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے بیان فرمایا کہ: ’’غساق (یعنی وہ سڑی ہوئی پیپ جو جہنمیوں کے زخموں سے نکلے گی اور وہی انتہائی پیاس میں ان کو پلائی جائے گی، وہ اس قدر بدبودار ہوگی کہ اگر اس) کا ایک ڈول اس دنیا پر بہا دیا جائے، تو ساری دنیا بدبودار ہو جائے۔‘‘

ترمذی کی ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ ’’زقوم‘‘ جہنم میں پیدا ہونے والا ایک درخت ہے جو دوزخیوں کی خوراک بنے گا۔ زقوم اس قدر گندی اور زہریلی چیز ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپک جائے تو یہاں کی تمام چیزیں اس کی بدبو، گندگی اور زہریلے پن سے متاثر ہو جائیں اور ہمارے کھانے پینے کی ساری چیزیں خراب ہو جائیں، پس یہ زقوم بطور غذا جس کو کھلایا جائے گا اس پر کیا گزرے گی۔

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان ٗ نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

20 تا 26 شوال المکرم 1437ھ جلد 25
26 جولائی تا یکم اگست 2016ء شمارہ 29

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد ٗ طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ٗ ریلوے روڈ ٗ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے ٗ علامہ اقبال روڈ ٗ گڑھی شاہو ٗ لاہور-54000
فون: -36316638-36366638
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ٗ ماڈل ٹاؤن ٗ لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ ٗ ایشیا ٗ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ ٗ کینیڈا ٗ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ ٗ منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترکی میں ناکام بغاوت: کیا ہم کوئی سبق حاصل کریں گے؟

ترکی میں فوج کے ایک گروپ نے منتخب سیاسی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی جو ناکام ہوگئی۔ ترکی کے صدر طیب اردگان دارالحکومت انقرہ سے باہر تھے ٗ باغی اُن تک نہ پہنچ سکے۔ اُنہوں نے ایک موبائل ویڈیو پیغام میں عوام سے اپیل کی کہ وہ سڑکوں پر نکل آئیں۔ خود اُنہوں نے بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ وہ فضائی سفر کرتے ہوئے انقرہ پہنچیں گے ٗ جبکہ فضائیہ بھی بغاوت میں شامل تھی اور باغی ایک ہیلی کاپٹر گرا چکے تھے۔ اس دلیرانہ فیصلہ کی تحسین کرتے ہوئے عوام جم غفیر کی صورت میں سڑکوں پر نکل آئے۔ لوگ ٹینکوں کے آگے لیٹ گئے اور بعض جگہوں پر فوجیوں پر جھپٹ پڑے اور اُنہیں ٹینکوں سے باہر نکال لیا۔ لہٰذا چند گھنٹوں میں فوجی بغاوت کی ناکامی کے آثار واضح ہو گئے۔ طیب اردگان 13 سال سے اقتدار میں ہیں۔ اُن کا تعلق نجم الدین اربکان کی جماعت اسلامک ویلفیئر جماعت سے تھا۔ اربکان اپنے اسلامی نظریات کی وجہ سے مقتدر حلقوں کے لئے قابل قبول نہ تھے۔ آئین میں واضح طور پر لکھا ہے کہ ترکی ایک سیکولر ملک ہے اور اس سیکولرازم کی فوج محافظ ہے۔ لہٰذا اربکان نے جو مختلف جماعتیں بنائیں ٗ سب کو کالعدم قرار دے دیا گیا۔ طیب اردگان اور فتح محمد گولن دونوں اربکان کے ساتھی تھے بعد ازاں خود طیب اردگان نے جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی بنائی۔ اُس نے 2003ء میں شاندار کامیابی حاصل کی اور وہ ملک کے وزیر اعظم بن گئے۔ طیب نے ترکی کی معیشت کو فوکس کیا اور ملک کی معاشی صورت حال میں انقلاب لے آئے۔ وہ یورپی یونین کا حصہ بننا چاہتے تھے لیکن یورپ کے لیے اُن کے اسلامی رجحانات ناقابل قبول تھے ٗ لہٰذا مذہبی تعصب کی بنیاد پر ترکی کو یورپی یونین کا ممبر نہ بنایا گیا۔ داخلی سطح پر طیب اسلام کی طرف دھیمے اور محتاط انداز میں بڑھے تاکہ اُن کے اقتدار کو خطرہ لاحق نہ ہو ٗ البتہ عالمی سطح پر اسلامی ممالک کی اُنہوں نے کھل کر حمایت کی ٗ جس کی وجہ سے عالمی طاغوتی قوتیں اُن سے خوش نہ تھیں۔ طیب اردگان کے دور میں ترکی کے امریکہ اور اسرائیل سے تعلقات کبھی خوشگوار اور کبھی غیر دوستانہ ہوتے رہے۔

اندرونِ ملک طیب اردگان پر کرپشن کے بہت الزامات لگ رہے تھے۔ انہوں نے انقرہ میں شاندار ذاتی محل بھی تعمیر کروایا ہے۔ میڈیا کے حوالے سے بھی اُنہوں نے سخت رویہ اختیار کیا البتہ یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ بحیثیت مجموعی اُنہوں نے ترکی کے عوام کی بھی خدمت کی اور بحیثیت وزیر اعظم اُن کی کارکردگی شاندار تھی۔ یہی وجہ تھی کہ عوام اُن کے لیے سڑکوں پر نکل آئے اور فوجی بغاوت کو ناکام بنا دیا۔ طیب فوجی بغاوت کو کچلنے کے بعد اپنے تمام مخالفین جو زیادہ تر فتح محمد گولن کے حمایتی ہیں ٗ اُنہیں ٹارگٹ کر رہے ہیں ٗ اس سے قطع نظر کہ ان لوگوں نے ناکام بغاوت میں کوئی حصہ لیا تھا یا نہیں۔

سوال یہ ہے کہ آج کے جمہوری اور سولِ بالادستی کے دور میں مسلمان ممالک میں فوجی بغاوتیں کیوں برپا ہوتی ہیں؟ ہماری رائے میں اس کی بنیادی وجہ تو یہ ہے کہ مسلمان قوم میں دوسری اقوام کی نسبت ’ہوس اقتدار اور طاقت کے حصول کی خواہش بہت قوی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگرچہ دوسروں پر غلبہ حاصل کرنا انسان کی سرشت میں شامل ہے‘ اور اس خواہش کی تکمیل میں انسان اپنی حدود سے تجاوز کرتا ہے۔ لیکن ہمیں تسلیم کرنا ہوگا کہ دوسری خاص طور پر مغرب کی ترقی یافتہ قوموں نے ادارے بنا کر اور اُن کے استحکام پر توجہات فوکس کر کے غلبہ پانے کے اِس انسانی جذبہ کو کافی حد تک کنٹرول کر لیا ہے۔ اُن کے نزدیک فرد کے لیے اُس حلف کا تقدس انتہائی اہم ہوتا ہے‘ جس کے تحت وہ کسی منصب پر فائز ہوتا ہے۔ جبکہ مسلمان معاشروں میں بندوق بردار اپنی طاقت اپنے حلف کی بجائے اپنی بندوق میں دیکھتا ہے لہٰذا جب کوئی موقع میسر آتا ہے یا کوئی موقعہ پرست بندوق بردار کو ورغلاتا ہے تو اندر کی خواہش بھڑک اٹھتی ہے‘ لہٰذا بندوق بردار پہلا نشانہ اپنے حلف کو بناتا ہے اور بغاوت برپا ہو جاتی ہے‘ جسے انقلاب کا نام دیا جاتا ہے۔ البتہ یہ کہنا بھی درست ہوگا کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی پاکستان جیسا ملک جو چار مارشل لاء بھگتا چکا ہے۔ جب بھی سویلین کو حکومت کرنے کا موقع ملتا ہے تو وہ اپنے عمل سے ثابت کرتے ہیں کہ اُن کے نزدیک جمہوری طرزِ حکومت میں منتخب ہونے کا مطلب، لوٹ مار، اقرباء پروری اور مخالفین کو کچلنے کا لائسنس مل جانا ہوتا ہے۔ اکثر مسلمان ممالک کے سیاسی لیڈر محض انتخابات کو جمہوریت سمجھتے ہیں اور انتخابات جیتنے کا مطلب ہے اب جو چاہو سو کرو، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عوام بدظن ہو جاتے ہیں۔ موقع پرست ایسے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بندوق برداروں کو ورغلاتے ہیں اور جن کے اندر پہلے ہی کوئی خواہش مچل رہی ہوتی ہے لہٰذا وہ ’عزیز ہموطنو!‘ کا نعرہ لگا کر اور سیاست دانوں کی کرپشن کی داستانیں سنا کر قوم پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا مسلمان ممالک میں جو فوجی بغاوتیں ہو رہی ہیں وہ ادارے غیر مستحکم ہونے کی وجہ سے وقوع پذیر ہو رہی ہیں اور ادارے اس لیے غیر مستحکم ہیں کہ سیاسی لیڈر موقع پرست، کرپٹ، نااہل اور نکمے ہیں جبکہ فوجی اقتدار کی ہوس پر کنٹرول پانے میں ناکام ہیں۔

ترکی کی ناکام فوجی بغاوت سے ایک اور بات سامنے آئی ہے۔ اس پر پاکستان کی مذہبی اور سیاسی مذہبی جماعتوں کو سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ وہ یہ کہ دنیا آج تسلیم کرنے پر مجبور ہوگئی ہے کہ کسی نظام کے خلاف انقلاب اُس نظام کا حصہ بن کر کسی صورت نہیں لایا جا سکتا۔ اگر پاکستان کی مذہبی جماعتیں پاکستان میں اسلامی انقلاب برپا کرنے میں سنجیدہ ہیں تو سب سے پہلا کام اُنہیں یہ کرنا ہوگا کہ خود کو اس نظام سے الگ کرنا ہوگا اور اس باطل نظام کے تحت اوّلاً تو اُن کا برسرِاقتدار آنا ممکن نہ ہوگا اور اگر ایسا معجزہ رونما ہو بھی جائے تو اُنہیں کام کرنے کا موقع کسی صورت نہیں دیا جائے گا۔ جس کی واضح مثالیں الجزائر اور مصر ہیں۔ یہ بات تو ضمناً آ گئی ہے، اصل بات یہ ہے کہ اگر مذہبی جماعتیں بڑی تعداد میں کارکنوں کو تربیت دے لیں اور عوام کی ایک بڑی تعداد کو باطل نظام کے سامنے لانے میں کامیاب ہو جائیں تو فوجی درجنوں اور سینکڑوں کو تو گولیوں سے بھون سکتے ہیں، لاکھوں لوگوں کو نہیں مار سکتے۔ اگر عوام جمہوریت بچانے کے لیے ٹینکوں کے آگے لیٹ سکتے ہیں تو اسلام کے نفاذ کے لیے اس سے بڑھ کر بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

جیسا کہ آغاز میں عرض کیا گیا ہے کہ کسی نظام کا حصہ بن کر اُس نظام کو کسی صورت بدلا نہیں جا سکتا۔ جمہوری طرز حکومت سرمایہ دارانہ نظام کو شیلٹر دیئے ہوئے ہے جو ایک استحصالی نظام ہے اور اسلام کی ضد ہے۔ لہٰذا اسلام کے عادلانہ نظام کو ایک ریاستی نظام بنانے کے لیے سرمایہ دارانہ نظام کا تیاپانچہ کرنا ہوگا اور وہ جمہوریت کی پٹڑی پر چلتے ہوئے ممکن نہیں جو اس استحصالی نظام کا تحفظ کر رہی ہے بلکہ اُس کے خلاف تحریکی انداز میں جدوجہد کرنا ہوگی۔ دینِ حق کا قیام یا موت، یہ جذبہ تحریک کے کارکنوں میں کوٹ کوٹ کر بھرنا ہوگا اور جب وہ انقلاب کے آخری مرحلہ میں میدان میں نکلیں تو آتش نمرود سمجھ کر ٹینکوں کے آگے کود جائیں۔ اُنہیں مرنا جینے سے زیادہ عزیز ہو، اس لیے کہ وہ دنیوی اقتدار یا جمہوریت کے لیے نہیں مر رہے بلکہ رضائے الٰہی کے حصول کے لیے مر رہے ہیں۔ وہ وِن وِن صورتِ حال (Win Win Situation) میں ہوں گے۔ بچ گئے تو غازی، مر گئے تو شہید فی سبیل اللہ۔ اللہ کا دین نافذ کرنے کی کوشش میں موت کو گلے لگانے والوں کے بارے میں اللہ رب العزت قرآنِ پاک میں فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْیَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ (۱۶۹)﴾ (آل عمران)

”جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو گئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔“

❁❁❁

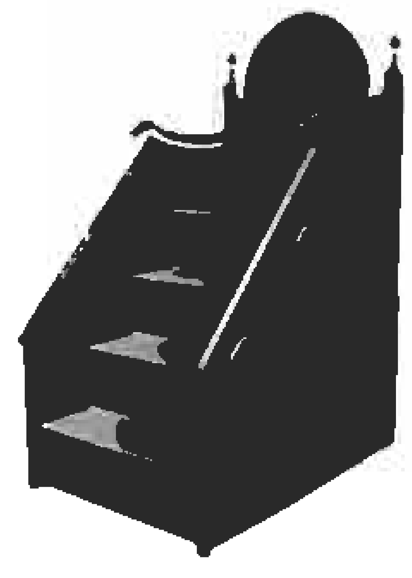

رمضان کا حاصل، لیلۃ القدر اور پاکستان

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 8 جولائی 2016ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراہیم

حضراتِ محترم! رمضان المبارک کے بعد بحیثیتِ مسلمان ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں؟ اور چونکہ رمضان، قرآن اور پاکستان کا آپس میں ایک خاص تعلق ہے، اس تعلق کی مناسبت سے بحیثیت پاکستانی ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں؟ اس حوالے سے جاننا ہمارے لیے ازحد ضروری ہے۔ چنانچہ اسی مناسبت سے آج درج ذیل موضوعات ہمارے زیر مطالعہ ہیں۔

رمضان کا حاصل

قرآن مجید کی جس آیت میں روزے کی فرضیت کا حکم ہے اسی میں روزے کا اصل حاصل بھی بتایا گیا ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾﴾

(البقرہ) ”اے ایمان والو! تم پر بھی روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسے کہ فرض کیا گیا تھا تم سے پہلوں پر تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے۔“

یہ دنیا اصل زندگی نہیں ہے بلکہ یہ تو آزمائش ہے جہاں ہر پل ہر لمحہ انسان کو آزمایا جا رہا ہے۔ اس آزمائش میں وہی لوگ کامیاب ہوں گے جن کے پاس تقویٰ کی دولت ہوگی۔ پھر اس آزمائش کے بعد اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے جہاں کامیابی کا انحصار دنیا کی آزمائش کے نتائج پر ہے۔ یعنی دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی کا راز صرف تقویٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن بار بار باور کرا رہا ہے کہ آخرت میں کامیابی کی گارنٹی صرف انہیں لوگوں کے لیے ہے جو متقی ہیں۔

﴿اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۳﴾﴾ (آل عمران)

”وہ تیار کی گئی ہے (اور سنواری گئی ہے) اہل تقویٰ کے لیے۔“

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾﴾ (النبا)

”یقیناً اہل تقویٰ کے لیے کامیابی ہوگی۔“

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَعِیْمٍ ﴿۱۷﴾﴾ (الطور)

”یقیناً متقی لوگ باغات میں اور نعمتوں میں ہوں گے۔“

انسان کے نفس میں حدود سے تجاوز کرنے کے رجحانات ہیں، گناہ کی طرف میلان ہے، جس کے پاس مواقع ہوتے ہیں وہ داؤ لگانے کی کوشش کرتا ہے، دنیا کی دوڑ میں آگے نکلنے اور دنیا کی لذات حاصل کرنے کے لیے انسان ہر داؤ پیچ کھیلتا ہے۔ لیکن یہ ہوشیاری اور یہ چالاکی اس کی دائمی کامیابی کی ضامن ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اصل کامیابی انہیں کا نصیب ٹھہرے گی جو دنیا میں اپنے نفس کو لگام دے کر رکھیں اور ایسا صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے دل میں خدا خوفی ہوگی کہ اللہ دیکھ رہا ہے اور میں نے اللہ کے حضور ایک دن حاضر ہونا ہے۔ لہٰذا مجھے گناہوں، حرام اور منکرات سے بچنا ہے۔ یہی اصل میں تقویٰ ہے۔

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾﴾ (النّٰزعٰت)

”اور جو کوئی ڈرتا رہا اپنے ربّ کے حضور کھڑا ہونے (کے خیال) سے اور اُس نے روکے رکھا اپنے نفس کو خواہشات سے۔“

حشر میں تو سب ڈریں گے۔ دنیا میں رہتے ہوئے جس کو اس کا احساس رہا، ہر کام کرتے ہوئے اسے خیال رہا کہ مجھے اللہ کی عدالت میں کھڑے ہونا ہے اور اس وجہ سے اس نے اپنے نفس کے منہ زور گھوڑے کو لگام دے کر رکھی۔ ایسے لوگ ہی متقی ہیں اور یہی کامیاب ہوں گے۔

﴿فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾﴾

”تو یقیناً اُس کا ٹھکانہ جنت ہی ہے۔“

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے دنیا کی آزمائش میں سرخرو ہو کر آخرت میں دائمی کامیابی کے حقدار بن جائیں چنانچہ اسی مقصد کے تحت اللہ نے انسان میں تقویٰ کے حصول کی ٹریننگ کے لیے، انسان میں ضبطِ نفس پیدا کرنے کے لیے روزے کی عبادت فرض کی ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے بہت سارے مسلمان روزے کا اہتمام کرتے ہیں اور اللہ کی رضا کی خاطر سارا دن کھانے پینے سے اپنے آپ کو روکے رکھتے ہیں، اپنی بیویوں کے پاس جانے سے رک جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب چیزیں عام دنوں میں طیب ہیں، حلال ہیں، پاکیزہ ہیں۔ لیکن اللہ کو اپنے بندے کی تربیت مطلوب ہے۔ اب اس کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ سال کے بقیہ گیارہ مہینے ہم حرام، گناہ، منکرات اور فواحش سے اپنے آپ کو روکے رکھیں۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنے ایک مضمون میں بڑے خوبصورت انداز میں اس بات کو سمجھایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بندہ مومن کے لیے دو روزے ہیں۔ ایک روزہ تو وہ ہے جس کو ہم سب جانتے ہی ہیں اور وہ ماہ رمضان میں فرض ہے۔ اس میں صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک پورا مہینہ کھانے پینے اور جنسی خواہشات پورا کرنے پر پابندی ہے۔ ایک ساری زندگی کا روزہ ہے جس کا خاتمہ موت پر ہوگا اور وہ روزہ ہے گناہ، حرام، منکرات اور فواحشات سے بچنا۔ جس طرح روزہ اللہ کا حکم ہے اسی

طرح ان تمام برائیوں سے بچنا بھی اللہ کا مسلسل حکم ہے اور یہ حکم زندگی کی آخری سانس تک برقرار رہے گا۔ چنانچہ رمضان کے بعد ایک روزہ تو ہم پر اب فرض نہیں رہا لیکن دوسرا روزہ آخری سانس تک جاری ہے۔

قرآن مجید میں سورۃ البقرہ کا 23واں رکوع روزے کی حکمت اور احکام پر مشتمل ہے۔ اس کی آخری آیت (188) میں بڑی عجیب بات کہی گئی ہے اور اکثر لوگوں کو سمجھ نہیں آتی کہ اس کا روزے سے تعلق کیا ہے:

﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٨﴾﴾ ’’اور تم اپنے مال آپس میں باطل طریقوں سے ہڑپ نہ کرو اور اس کو ذریعہ نہ بناؤ حکام تک پہنچنے کا تاکہ تم لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ہڑپ کر سکو گناہ کے ساتھ اور تم اس کو جانتے بوجھتے کر رہے ہو۔‘‘

یعنی روزے کی عبادت کے بعد اب سب سے بڑا لٹمس ٹسٹ ہے کہ واقعی ہمارے اندر تقویٰ پیدا ہوا ہے کہ نہیں۔ کیا پورا مہینہ تقویٰ حاصل کرنے کی ٹریننگ کے بعد اب بھی ہم رشوت دے کر کسی کا حق تو نہیں مار رہے، جانتے بوجھتے کسی کے حق کو اپنا حق تو نہیں سمجھ رہے۔ تقویٰ کی پہچان یہیں سے ہوگی۔ یہ نہیں کہ خاص وضع قطع اور خاص لباس سے تقویٰ کا معیار ماپا جائے گا۔

حاصل یہ ہے کہ رمضان میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو ٹریننگ دی ہے اس سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے اب ہم پوری کوشش کریں کہ گناہ، حرام، منکرات اور فواحشات سے بچیں۔ اگر ہم نے اس کی کوشش کی تو پھر رمضان ہمارے لیے پورے سال کے لیے برکت کا باعث بن جائے گا۔ تقویٰ کی بنیاد پر ہی ہم دنیا کی آزمائش میں پورا اُتر سکتے ہیں اور اس کٹھن آزمائش میں کامیابی کے لیے قرآن سے ہدایت بھی ہم اسی صورت میں حاصل کر سکتے ہیں جب ہم میں تقویٰ موجود ہوگا۔

تقویٰ پر ہی دنیا و آخرت کی کامیابی کا دارومدار ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

لیلۃ القدر اور پاکستان

رمضان کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر کی مبارک شب بھی گزر گئی۔ پاکستان کے حوالے سے ایک عجیب حقیت یہ بھی ہے کہ پاکستان کی نعمت بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں رمضان کی ستائیسویں شب کو عطا کی اور قرآن کا نزول بھی لیلۃ القدر کے مبارک لمحات میں ہوا۔ اس لحاظ سے رمضان، قرآن اور پاکستان کا ایک بہت گہرا تعلق ہے۔ قیام پاکستان کے حوالے سے دو حقائق کو جھٹلایا نہیں جا سکتا لیکن ان کو ہم مکمل طور پر نظر انداز کر رہے ہیں۔ ایک یہ کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا۔ یہ پوری دنیا میں واحد اسلامی ملک ہے جو اسلام کے نام پر آزاد ہوا۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ مغربی استعمار سے آزادی کی تحریکیں عرب سمیت پورے عالم اسلام میں چلیں لیکن ہر جگہ یہ تحریک اپنے ملک کی آزادی کے لیے تھی۔ واحد ملک پاکستان ہے جہاں تحریک چلی ہی اس بنیاد پر کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جب تک اس نعرے نے تحریک کی شکل اختیار نہیں کی مسلم لیگ کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ ہمیں ہماری تاریخ سے ویسے ہی کاٹ دیا گیا ہے۔ نصاب میں ان تاریخی حقائق کو اس طرح سے اُجاگر ہی نہیں کیا گیا کہ پاکستانی قوم کی نئی نسلوں میں قیام پاکستان کا اصل مقصد واضح ہوتا۔ پڑھایا جاتا ہے کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت تھی اس لیے اس کی عظمت تھی۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلم لیگ کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی، شروع میں وہ نوابوں کا ایک ٹولہ تھا۔ جبکہ اس کے مقابلے میں کانگریس ایک بڑی مضبوط سیاسی اور عوامی جماعت تھی۔ جس میں انڈیا کے تمام مکاتب فکر اور تمام مذاہب کی نمائندگی موجود تھی۔ خود قائداعظم سمیت مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈر کانگریس میں تھے۔ لیکن جب پاکستان کا نام سامنے آیا اور پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کے نعرے برصغیر کی فضاؤں میں گونجنا شروع ہوئے تو مسلم لیگ کو ایک غیبی قوت مل گئی۔ اب وہ ایک سیاسی جماعت کی بجائے ایک تحریک تھی۔ قائداعظم جو حالات سے مایوس ہو کر لندن چلے گئے تھے علامہ اقبال کی سفارش پر واپس آئے اور

پریس ریلیز 22 جولائی 2016ء

سندھ میں رینجرز کے قیام میں توسیع کا مسئلہ حل نہ ہوا تو کراچی میں انتشار پھیل سکتا ہے

پاکستانی حکومت اور اپوزیشن کو چاہیے کہ مل بیٹھ کر داخلی اختلافات کو ختم کریں تاکہ خارجی خطرات سے نمٹا جاسکے

حافظ عاکف سعید

سندھ میں رینجرز کے قیام میں توسیع کا مسئلہ حل نہ ہوا تو کراچی میں انتشار پھیل سکتا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ رینجرز کی تعیناتی سے پہلے کراچی کی صورتِ حال انتہائی تشویشناک تھی اب بھی اگرچہ جرائم اور بدامنی کا مکمل طور پر قلع قمع تو نہیں ہوسکا لیکن یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ جرائم کی شرح میں زبردست کمی واقع ہوئی ہے۔ اُنہوں نے وزیراعلیٰ کی اس منطق سے قطعی طور پر اتفاق نہیں کیا کہ رینجرز کے آپریشن کو کراچی تک محدود رکھا جائے اور اندرون سندھ رینجرز مداخلت نہ کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ جرائم پیشہ افراد کا ملک کے کونے کونے میں تعاقب کر کے اُنہیں نشان عبرت بنایا جائے۔ اُنہوں نے اِن خبروں پر بھی تشویش کا اظہار کیا کہ عمران خان 7 اگست سے حکومت کے خلاف تحریک شروع کرنے والے ہیں۔ جس سے ملک میں داخلی سطح پر محاذ آرائی میں اضافہ ہوگا۔ اُنہوں نے امریکی خفیہ ایجنسی CIA کے ڈائریکٹر کے اس بیان کی سخت مذمت کی کہ امریکہ پاکستان کی سرزمین پر جب چاہے اور جہاں چاہے گا ڈرون حملہ کرے گا۔ اُنہوں نے آرمی چیف سے مطالبہ کیا کہ ایسی صورت میں نتائج کی پروا کیے بغیر امریکی ڈرون کو گرایا جائے۔ اُنہوں نے پاکستانی حکومت اور اپوزیشن سے کہا کہ وہ ہوش کے ناخن لیں مل بیٹھ کر داخلی اختلافات کو ختم کریں تاکہ خارجی خطرات سے نمٹا جاسکے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

مسلم لیگ کی قیادت کی۔ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر میں ہندوؤں کی اکثریت تھی اور مسلمان اقلیت میں تھے ، اکثریتی جماعت کانگریس بھی پاکستان کی مخالف تھی، گاندھی نے نعرہ لگایا تھا کہ پاکستان میری لاش پر بنے گا اور انگریز بھی مسلمانوں کے مخالف اور ہندوؤں پر مہربان تھے۔ ساری قوت اور اقتدار بھی انگریزوں کے پاس تھا۔ بظاہر کوئی امکان نہیں تھا کہ پاکستان بن جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی غیبی تدبیر تھی۔ کیونکہ دوہری غلامی میں جکڑے مسلمانوں نے رو رو کر اللہ سے التجائیں کیں تھی کہ پروردگار! تو ہمیں آزاد خطہ عطا فرما دے۔ ہم تیرے اس ملک میں تیرا دین قائم کریں گے۔ قائداعظم کے بیسیوں ایسے بیانات ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مقصد کیا تھا۔ پوچھا گیا کہ آپ جو پاکستان بنانے چلے ہیں اس کا آئین کیا ہوگا۔ فرمایا: ''13 سو سال پہلے سے طے ہے کہ ہمارا آئین قرآن ہے''۔ آئین سٹیٹ کے معاملات سے بحث کرتا ہے۔ اس کا واضح مطلب تھا کہ سٹیٹ کے معاملات قرآن کے مطابق چلیں گے اور یہی دین کا اصل تقاضا ہے۔ لیکن نصاب میں تاریخ کے اصل پہلوؤں کو اُجاگر نہ کرنے کا نتیجہ ہے کہ آج عام تصور یہ بن چکا ہے کہ پاکستان مسلمانوں کی مذہبی آزادی کے لیے بنا ہے ریاستی نظام تو پیش نظر ہی نہیں تھا۔ جبکہ قائداعظم کے بیسیوں بیانات ایسے ہیں جو بتا رہے ہیں کہ ان کے نزدیک اصل مقصد اسلامی نظام تھا۔ اس کا اعتراف خود قائداعظم نے اپنے بالکل آخری لمحات میں بھی کیا تھا۔ قائداعظم کے بالکل آخری دور میں جب وہ بستر مرگ پر تھے اور ٹی بی سے متعلقہ دوسرے عوارض بھی انہیں لاحق ہو چکے تھے تو ان کی دیکھ بھال کے لیے ڈاکٹروں کی پوری ٹیم ان کے ساتھ ہوتی تھی۔ اس ٹیم میں ڈاکٹر ریاض علی شاہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے اپنی یادداشتوں (جنہیں بعض اخبارات نے بھی شائع کیا تھا) میں لکھا ہے کہ ایک روز ہم نے محسوس کیا کہ قائداعظم کچھ کہنا چاہ رہے ہیں۔ ٹی بی کا افیکٹ اتنا گہرا ہو چکا تھا کہ بات بھی کرتے تھے تو ہانپ جاتے تھے اور یہ صورتحال ان کے لیے بڑی خطرناک ہو سکتی تھی۔ اس لیے ہم نے انہیں بات کرنے سے منع کیا ہوا تھا۔ ڈاکٹرز نے مشورہ کیا کہ جو کہنا چاہتے ہیں اس کا موقع دینا چاہیے ورنہ اس کا بھی منفی اثر پڑے گا۔ لہٰذا سب نے کان لگا کر سننے کی کوشش کی۔ پہلی بات انہوں نے یہ کی کہ جب مجھے احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن گیا تو آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ مجھے کتنی خوشی اور روح کو اطمینان ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی انہوں نے کہا کہ یہ اللہ کی تائید اور رسول خدا کے فیضان کے بغیر ممکن ہی نہیں تھا۔ اگلے الفاظ پاکستان کے اصل مستقبل کے حوالے سے بہت زیادہ اہم ہیں جو یہ تھے ''اب مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ یہاں پر خلافت راشدہ کا نظام قائم کریں''۔

کچھ ہی عرصہ قبل ہم نے سود کے حوالے سے تحریک چلائی تھی جس میں ہم نے قائداعظم کی اس Statemnet کو عام کیا تھا جو یکم جولائی 1948ء کو سٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر قائداعظم کی تقریر کا حصہ تھی:

''مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لیے لاینحل مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔''

اسلامی تعلیمات کے مطابق معاشی نظام یہ نہیں ہے کہ محض نصابی کتب (اسلامیات) میں لکھ دیا جائے کہ سود حرام ہے اور عملاً سارا معاشی نظام سود کی بنیاد پر ہو۔ نہیں۔ بلکہ قائداعظم کے نزدیک پاکستان کا معاشی، سیاسی اور معاشرتی نظام اسلامی تعلیمات کے مطابق قائم کرنا مقصد تھا۔ ورنہ انگریز کے دور میں بھی نماز پڑھنے کی پابندی نہیں تھی۔ اس وقت بھی مسجدوں میں اذانیں ہوتی تھیں اور آج بھی انڈیا میں اذانیں ہوتی ہیں اور ذاتی طور پر کوئی نیک بننا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ لیکن اصل مسئلہ تو اجتماعی نظام یعنی ریاستی نظام کا تھا اور قائداعظم کا فرمان بالکل واضح تھا کہ پاکستان نظام خلافت راشدہ کی عملی تعبیر ہوگا۔ جب ہندوستان ایک وحدت تھا تو مسلمان اقلیت میں تھے اور ہندو عددی اعتبار سے غالب تھے۔ اب پاکستان کو الگ خطہ مل گیا اور یہاں 96 فیصد مسلمان ہیں۔ یوں کہنا چاہیے کہ سو فیصد مسلمانوں کا ملک ہے۔ اب کیا رکاوٹ ہے؟ اب تو مسلمان اپنا آئیڈیل نظام قائم کریں اور یہی ان کی ذمہ داری بنتی ہے۔ لیکن آج ہماری ڈھٹائی کا عالم یہ ہے کہ جیسے نصف النہار پر سورج ہو اور ہم کہیں کہ ہم نہیں مانتے کہ سورج نکلا ہوا ہے۔ ہمارے دانشور ڈھٹائی سے انکار کر رہے ہیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہی نہیں ہے اور نہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ ہم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ آج پاکستان مسائلستان کیوں بنا ہوا ہے۔ ہر طرح کی قدرتی دولت، علاقائی ٹریوین، ہر طرح کے موسم، ہر طرح کی فصلیں، پھل اور سبزیاں اور ہر وہ نعمت جو ساری کی ساری شاید کسی ایک ملک کو بھی میسر نہیں اللہ نے ہمیں دی ہوئی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہر طرح کے بحران سے ہم دوچار ہیں، جمہوریت جمہوریت کرتے کرتے جمہوریت کے پرخچے اُڑا دیئے گئے۔ اسمبلی میں بیٹھ کر 21 ویں ترمیم کے ذریعے بنیادی حقوق سلب کر لیے گئے کہ چھ چھ مہینے بے گناہ شہریوں کو غائب کر دیا جائے، ان کے گھر والے ان کی تلاش میں پاگل ہوئے پھرتے رہیں۔ پھر دہشت گردی کا کہیں بھی دنیا میں کوئی معاملہ ہو تو الزام پاکستان پر آتا ہے۔ ذلت وخواری پاکستان کے حصے میں ہے، پوری طرح محکوم ہم ہیں، سیاسی اعتبار سے امریکہ کے غلام، معاشی اعتبار سے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے غلام۔ دنیا میں سب سے بڑھ کر سیاسی بنیادوں پر ٹارگٹ کلنگ اس ملک میں ہوتی ہے۔ اسی قوم نے مل کر پاکستان بنایا تھا اور ناممکن کو ممکن کر دیا تھا اور آج یہی قوم مختلف بنیادوں پر ایک دوسرے سے برسرپیکار ہے اور اللہ کی طرف سے بھوک اور خوف کا عذاب اس قوم پر مسلط ہے۔ دنیا ہمیں Failed Nation لکھتی ہے۔ جبکہ اللہ کا وعدہ تھا کہ

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۳۹﴾

''اور تم ہی سر بلند رہو گے اگر تم مومن ہوئے۔''

اللہ کی زمین پر کسی مومن کو موقع ملے اور وہ وہاں دین قائم نہ کرے اور شیطانی نظام کو برقرار رکھے تو وہ کیسا مومن ہے؟ وہ تو اسلام کے نام پر دھبہ ہے۔ ہجری تقویم کے مطابق اس 27 ویں رمضان کو پاکستان کو بنے 71 سال پورے ہو گئے۔ آج بھی اس ملک میں وہی نظام چل رہا ہے جو انگریز نے بنایا تھا اور جو قدم قدم پر اسلام کے خلاف ہے۔ لہٰذا یہ جتنے عذاب ہم پر مسلط ہیں ان سے نجات ناممکن ہے جب تک کہ ہم سچے مسلمان نہ بنیں اور جس وعدے پر اللہ سے یہ ملک حاصل کیا تھا، اس وعدے کو پورا نہ کریں۔ یہ طے شدہ بات ہے۔ ہم اللہ سے کیا ہوا اپنا وعدہ بھول گئے لیکن یہ مت بھولیں کہ اللہ اپنی سنت کو کبھی نہیں بھولتا۔ بحیثیت مسلمان ہم پر اللہ کے فیصلے لاگو ہیں۔ پاکستان کے قیام کا فیصلہ رمضان کی 27 ویں شب کو ہوا اور یہ چیز بھی indicate کر رہی ہے کہ اللہ کے نزدیک پاکستان کا قرآن اور اسلام کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ چنانچہ اس کا مستقبل وابستہ ہی اسلام سے ہے۔ اگر اس ملک میں اللہ کا دین قائم ہو جائے تو پھر یہ ملک پوری دنیا کے لیے روشنی کا مینار بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور ہمارے راہنماؤں کو بھی اس رستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اپنی ہی کمائی کو تو لوٹا نہیں جاتا

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پوری مسلم دنیا آتش بداماں ہے۔ کشمیر میں ظلم وستم کی نئی لہر، بھارت اور مودی سے محبت کی پینگیں بڑھاتے امریکہ، (گلوبل چودھری) کے لیے چنداں باعث تشویش نہیں۔ مشرف دور کے یوٹرن پر جہاں ہم نے اسلام اور امت سے منہ موڑا تھا وہاں کشمیریوں کو بھی عاق کر بیٹھے تھے۔ یہ تو کشمیری مجاہدین نے ہمیں پانی پانی ہی کر دیا کہ وہ یک طرفہ پاکستان کے جھنڈے لہراتے، ہم سے اظہارِ محبت میں قید و بند جھیلتے، جانیں لڑاتے پاکستان پر نچھاور ہوتے رہے۔ پاکستان زندہ باد کے نعروں سے وادیٔ کشمیر گونجتی رہی۔ شاید معجزانہ طور پر ہم اپنی خودکش پالیسیوں کے باوجود جو زندہ و موجود ہیں تو ان مجاہدوں، غازیوں کی دعاؤں کے صدقے زندہ ہیں۔ وگرنہ کہاں وہ سراپا حریت، ایک بہت بڑی طاقت کے آگے فلسطینیوں، افغانوں کی طرح ڈٹ جانے والے، موت میں زندگی تلاش کرنے والے کہاں ہم مسکین، امریکہ کے بوٹ کی ٹو چاٹتے، اس کی گھرکیاں سہتے اس کے آگے کشکول پھیلائے زندگی اور ڈالروں کی بھیک مانگتے وہن (حب الدنیا اور موت سے فرار و نفرت) میں مبتلا!

یہ قائد یا اقبال کا آزادی، نظریے اور اسلام سے دمکتا پاکستان نہیں۔ مشرف اور اس کی باقیات کا مرجھایا ہوا پاکستان ہے۔ مصنوعی وعدوں اور دعووں والا وہ ملک جو زندگی کی بنیادی ضروریات سے بھی محروم، بصیرت (vision)، اعلیٰ مقاصد، خود مختاری، عزت نفس سے محروم، امریکی جنگی امداد کے مصنوعی تنفس (ventilator) پر جی رہا ہے۔ ہم دنیا میں کشمیر کا مقدمہ کیا لڑیں گے۔ کس منہ سے لڑیں گے......! منتشر، باہم دگر بہ دست و گریباں ادارے، سیاسی جماعتیں، قیادتیں۔ ابھی تو عمران خان کی تیسری شادی قوم کو درپیش ہے۔ ابھی تو جا بجا بینر مہم چل رہی ہے۔ مووآن پاکستان یعنی پاکستان پر چڑھ دوڑو۔ مارشل لاء لگا دو۔ ایک وقت ہم جوڈیشل ایکٹوزم کی اصطلاح پڑھتے تھے۔ اب یہ بذریعہ بینرز (بار بار یہ عمل دہرایا جاتا رہا) نیا ایکٹوزم دیکھنے میں آ رہا ہے۔ ایسے میں ہم جو اتنے مصروف ہیں، کشمیریوں سے دعا ہی کے لیے کہہ سکتے ہیں۔ وہ اعمال کی چوٹی (جہاد) پر فائز ہیں، سو مستجاب الدعوات ہوں گے۔ وہی ہماری بحالی (ہوش وحواس) کی دعا کریں! زندوں کی دعائیں قم باذن اللہ کا اثر رکھتی ہیں! شاید ہم بھی جی اٹھیں! فی الحال تو خبر ہے کہ وی آئی پی ڈیوٹیوں پر مامور سپاہیوں کا ذہنی/ دماغی معائنہ اور انٹرویوز ہو رہے ہیں۔ (قادریؒ معاملے سے گھبرا کر!) اگرچہ کچھ معائنے ان کے صاحبوں کے بھی لازم (due) ہیں۔ اور اشتہاروں پر لکھا جاتا رہا: ڈیو نہ کیا تو کیا جیا!

اِدھر بینر لگ رہے ہیں۔ اُدھر امریکہ بھی جنرل راحیل کی ملازمت کی توسیع کی سفارش کر رہا ہے۔ اگرچہ امریکہ کو پتا ہونا چاہیے کہ علی الاعلان ایسی سفارش منفی اثر رکھتی ہے۔ یعنی کیا امریکی مفادات جنرل راحیل سے نتھی ہیں؟ ان کی مرضی کے بغیر تو یہاں کرسی سے نہ کوئی اترتا ہے نہ چڑھتا ہے۔ بھرم رہنے دیتے۔ پردے میں بات رہتی تو بہتر تھا!

سعودی عرب میں ہونے والی تخریب کاری گریٹر اسرائیل کا ایجنڈا آگے بڑھانے کا تسلسل ہے۔ ایک طرف یمن میں الجھا رکھا ہے۔ عراق میں سنی آبادی کا صفایا (فلوجہ نوعیت کے آپریشنوں میں) پھیرا جا رہا ہے۔ شام میں بشار الاسد کی سفاک جنگ کا ایندھن مسلمان بن رہے ہیں۔ بحرین اور سعودی عرب کی شیعہ آبادی کا الجھاؤ الگ ہے۔ مسلم دنیا کو آگ میں دھکیل کر اہل مغرب کے ضمیر طویل نیند سے اٹھ اٹھ کر اظہارِ برأت کر کے فارغ ہو جاتے ہیں۔ عراق جنگ کے جھوٹ پر پہلے ٹونی بلیئر نے معافی مانگی تھی۔ اب سابق برطانوی نائب وزیراعظم لارڈ پرسکوٹ 13 سال بعد جاگے ہیں۔ فرماتے ہیں: عراق پر امریکہ برطانیہ کا حملہ غیر قانونی تھا۔ بڑی دیر کی مہرباں جاگتے جاگتے! بلیئر برطانوی پارلیمنٹ اور قوم سے پوچھے بغیر بش کے ساتھ چل پڑے تھے۔ مشرف نے بھی تنہا اپنی کمانڈو عقل پر بھروسا کیا تھا۔ دنیا کو اس دجالی جنگ کی آگ میں ان دجالچوں نے دھکیلا تھا۔ لندن کے تحقیقاتی صحافی جیمز ڈی کرکٹن کا دعویٰ ہے کہ پرویز مشرف اور پرویز کیانی، ملٹی ملین ڈالر کے سوئس بینک اکاؤنٹ رکھتے ہیں۔ چلیں ان جنگوں کی بہتی گنگا میں بہت سے ہاتھ دھلے۔ دودھوں نہائے یا کہیے ڈالروں نہائے پاؤنڈوں پھلے! پاکستان غریب سہی، اس کے حکمرانوں، چیفوں کی امارت تو گوروں کو شرما دینے کو کافی ہے۔ ان کے بینکوں کی رونق انہی کے دم قدم سے ہے!

امریکہ مسلم دنیا کو مسلکی، فرقہ وارانہ انتشار میں دھکیل کر مطمئن بیٹھا تھا۔ اس کے قدموں تلے اچانک نسلی فسادات پھوٹ پڑے۔ اس کے ماسٹر ٹرینرز ہمارے ہاں پولیس مقابلے سکھا کر چلتے بنے تھے جنہیں ہم بھگتتے چلے آ رہے ہیں۔ اب جو سیاہ فام نوجوانوں پر امریکی پولیس نے ہتھکنڈے آزمائے تو جھاڑ کا کانٹا بن کر اس کی جان سے لپٹ گئے۔ 2013ء سے شروع ہونے والے واقعات 9 اگست 2014ء فرگوسن میسوری میں مزید آگ پکڑ گئے تھے۔ بلند بانگ مساواتی نعروں دعووں تلے دبی نسلی کشیدگی اب کئی ریاستوں میں سر اٹھا چکی ہے۔ ڈیلاس سے شروع ہونے والے ہنگامے کیلی فورنیا، کولوراڈو، فلوریڈا، لوزی اینا، نیو یارک، فلاڈلفیا، پنسلوانیا اور کئی مقامات تک پھیل چکے ہیں۔ پولیس گردی گزیدہ افغانستان سے واپس آنے والے فوجی سیاہ فام نے 5 گورے پولیس والوں کو مار کر حساب برابر کرنے کی کوشش کر ڈالی۔ سو برطانیہ اپنی جگہ یورپی یونین سے نکل کر الجھا پڑا ہے۔ امریکہ دوسرے انداز میں مکافاتِ عمل کا ذائقہ چکھ رہا ہے۔ پولیس والوں کے مارے جانے پر ڈیلاس میں ایک پولیس افسر سے اظہار ہمدردی و یک جہتی کے لیے مرد و زن لائن لگائے کھڑے ہیں۔ پولیس والا افسردہ مسکراہٹ کے ساتھ زنانہ مردانہ جپھیاں وصول کر رہا ہے! ہماری سول سوسائٹی ابھی تک تو موم بتیاں جلا جلا کر اظہار غم کرنا بروئے کار لا رہی ہے۔ کیونکہ سورۃ فاتحہ بھی نہیں آتی اس لیے مسلمانوں کی وفات پر بھی ایک منٹ کی خاموشی اختیار کی جاتی ہے۔

(دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے سے سیکولرازم پر آنچ آتی ہے)۔تاہم ڈیلاس میں تعزیت کی یہ انداز دگر تصویر دیکھ کر تشویش ضرور ہوئی۔ یہاں تو موم بتیاں، بوکے، خاموشی تک بات محدود رہے تو بہتر ہے۔ان کی فکر کے چراغ مغربی لائٹروں سے جلتے ہیں اس لیے موم بتی تو ان کی مجبوری ہے۔

ادھر وزیر بجلی و پانی محکمہ ٔ موسمیات پر گرجے برسے ہیں کہ ان کی پیشین گوئی کے مطابق بارشیں نہیں ہو رہیں۔ ادارہ اپنے کام اور نظام کو بہتر بنائے۔اگرچہ محکمہ پہلے یہ شکایت کر چکا ہے کہ ان کے پاس زمانہ ٔ قدیم کے آلات ہیں جو نظام آسمانی بجلی و پانی میں تاکنے جھانکنے سے قاصر ہیں۔ جو پیسہ اداروں کی بہتر کارکردی کے لیے درکار ہوتا ہے وہ سوئس بینکوں یا آف شور چلا گیا۔اب موسم پانامہ والوں سے پوچھیے۔ بیچارہ محکمہ کیا کرے! برہمی یہ فرمائی کہ سیلاب سے نمٹنے کے لیے فوج تیار کھڑی ہے۔ (اور خدانخواستہ، نعوذ باللہ سیلاب آ ہی نہیں رہا!) وہ بے کار کھڑے تھک رہے ہیں سو اب مو و آن پاکستان کی بات ہو رہی ہے۔یعنی سیلاب نہیں آیا تو تم سیلاب بن کر حکومتی حدیں (رہی سہی) پھلانگ جاؤ! ایک المیہ یہ بھی ہے کہ عبدالقوی، قندیل بلوچ والے شرمناک ڈرامے کے بعد بھی یہ حضرت علامہ بنا کر میڈیا پر اسلام، اسلام کھیلنے کو بلائے جا رہے ہیں؟ علمی مباحث کے لیے ایسا مجہول شخص رینڈ کارپوریشن کے ایجنڈے آگے بڑھانے کا حصہ ہے۔ پیچیدہ شرعی مسائل میں ایسے اکڑ بکڑ علاموں کا کیا کام......؟ میڈیا بھی بالآخر اللہ کے حضور جوابدہ ہے...... اتنا غیر ذمہ دارانہ رویہ ان کی اپنی ساکھ بھی بگاڑنے ہی کا کام کرے گا۔عوام سبھی اتنے بھی کالانعام نہیں ہوتے۔ پس پردہ مقاصد اب کھلتے چلے جا رہے ہیں۔

امریکی آرمڈ سروسز کمیٹی کے سینیٹر جان مکین روٹھے پاکستان کو منانے آئے۔ تھپکیاں دیتے رہے۔ فرمایا: پاکستان اور امریکہ کے دشمن مشترک ہیں جن کا مل کر مقابلہ کرنا ہے۔ میرانشاہ کا گراونڈ زیرو بنا دیکھ کر خوشی سے بیانات دیئے۔اگرچہ تاریخ کے تناظر میں یہ انہونی بات ہے کہ کافر اور مسلمان کے اہداف ایک ہو گئے؟ صلیبی اور صلاح الدینؒ کے یکساں اہداف......؟ ہلاکو خان اور مسلمان کے یکساں ہدف......؟ بوجہلوں اور صحابہؓ کے یکساں اہداف......؟ یہ 21 ویں صدی کا نرالا اسلام ہے جس میں فارمولا ہی بدل گیا......تاہم مکین امریکہ پہنچ کر دوبارہ گھرکیوں پر اتر آیا۔ پاکستانی سفیر جلیل عباس منمناتے ہوئے صفائیاں پیش کر رہے ہیں! پرویز مشرف سجدہ ریز امریکہ کے آگے نہ ہوتا، ملا عمرؒ سے برادرانہ وفاداری کرتا تو جس طرح روسی سپر پاور کے USSR کا صرف R برائے روس بچا تھا...... آج USA کا بھی صرف A باقی رہ جاتا......مگر ہم نے اس کے تحفظ میں اپنا آپ گنوا ڈالا!

چور اپنے گھروں میں تو نہیں نقب لگاتے
اپنی ہی کمائی کو تو لوٹا نہیں جاتا!

دین و دانش

قانون اور حقوقِ نسواں

محمد دین جوہر

دو انسانوں کے درمیان ہر رشتے کے صرف دو ہی سرے نہیں ہوتے' بلکہ تین کونے ہوتے ہیں۔ تیسرے کونے پر اگر خدا ہو تو وہ رشتہ اخلاقی ہوتا ہے اور اگر ریاست ہو تو وہ رشتہ قانونی ہوتا ہے۔ قانونی ہوتے ہی انسانی رشتے کا ہر طرح کی اقدار سے تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ اخلاقی رشتوں کا اصل دائرہ خونی رشتے اور ہمسائیگی ہے۔ اچھی معاشرت انہی اخلاقی رشتوں سے وجود میں آتی ہے۔ اگر سارے انسانی رشتے صرف قانونی ہو جائیں تو معاشرت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اخلاقیات معاشرے کا مسئلہ ہے اور قانون ریاست کا۔ ریاست گلی اور گھر کے دروازے تک پھیلی ہوتی ہے اور اگر ریاست بیڈروم میں بھی آ جائے تو اس کا مطلب ہے کہ اخلاقی معاشرہ ختم ہو گیا ہے اور قانونی معاشرہ قائم ہو گیا ہے۔قانونی معاشرے میں انسانی رشتے مزاج اور مفاد کے تابع' اخلاق سے لاتعلق اور شائستگی سے پرے ہوتے ہیں۔ اخلاقی معاشرے میں ہر وقت نگہداری کی ضرورت نہیں ہوتی اور اقدار اور کردار اہم ہوتے ہیں۔ قانونی معاشرے میں ''ریاستی نظر'' مسلسل اور مستقل ہوتی ہے' اخلاقی کردار غیر اہم اور عوامی ساکھ اہم ہوتی ہے۔

حال ہی میں حقوق نسواں کے تحفظ کے لیے ایک قانون بنایا گیا ہے۔اس طرح انیسویں صدی کے اوائل سے ہمارے لئے بننے والے جدید قوانین کی طویل فہرست میں ایک اور کا اضافہ ہوا ہے۔ حقوق بھلے عورتوں کے ہوں بھلے مردوں کے' ان کی حفاظت کے لیے قانون سازی ایک خوش آئند امر ہے۔ لیکن جدید قانون سازی صرف حقوق کے تحفظ کا نام نہیں ہے۔ جدید قانون سازی انسان کے نئے حقوق بناتی ہے یعنی گھڑتی ہے' اور پھر ان نئے حقوق کو طاقت سے تحفظ فراہم کرتی ہے۔ جدید حقوق انسان کے لیے نہیں ہوتے بلکہ انسان حقوق کے لیے ہوتا ہے۔ جدید ریاست کے عطا کردہ حقوق انسانی ایک سانچہ ہیں جن میں عام آدمی کو ڈھال کر شہری بنایا جاتا ہے۔ چیزوں کے نئے نئے ماڈلوں کے ساتھ حقوق کے بھی نئے نئے ماڈل سامنے آتے رہتے ہیں۔ نئے انسانی حقوق طاقت سے پیدا ہوتے ہیں' اَقدار سے پیدا نہیں ہوتے۔ جدید معاشروں میں نئے سماجی رشتے پیدا کرنے کے لیے نئے حقوق بنائے جاتے ہیں اور ان کو طاقت سے نافذ کیا جاتا ہے۔ یہ کام بنیادی طور پر معاشی نظام کی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔

مغربی معاشرے میں جدید قانون سازی کا مقصد انسانی حقوق کا تحفظ نہیں تھا' بلکہ مذہب اور مذہبی اخلاقیات کے طے کردہ انسانی اور سماجی رشتوں کا خاتمہ اور نئے انسانی رشتوں کا نفاذ تھا۔ جدید قانون سازی سے ایسے نئے انسانی رشتوں کا تصور سامنے آیا جو سرمایہ دارانہ نظام کے لیے مفید تھے۔ کنبے کا باقی رہنا ہر ہر صورت میں سرمایہ دارانہ نظام کے پیداواری رشتوں کے قطعی خلاف تھا۔ سرمایہ دارانہ نظام کی ضرورت تھی کہ معاشرے میں انسان فرد فرد ہو جائے تاکہ اس کا شکار آسانی سے کیا جا سکے۔ ایک دوسرے سے جڑا ہوا انسان سرمایہ دارانہ نظام کو ہرگز قابل قبول نہیں ہوتا۔ سرمایہ دارانہ نظام کا معاشی اصول ہے ''ایک نوکری ایک پیٹ''۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سب سے مؤثر قانون سازی ہے۔ قانون سازی کرتے ہوئے ریاست کے کان اور دھیان سرمائے کی طرف اور نظر لوگوں پر ہوتی ہے۔ قانون سرمائے کے

معاشی دباؤ اور ریاستی طاقت کو یک جا کر دیتا ہے اور اس طرح ایک ایسا بلڈوزر بنتا ہے جس کے سامنے ہمالیہ بھی ریت کا ڈھیلا ہے۔ جدید قوانین کی مدد سے مغربی معاشرے میں کنبے کو بالکل ہی مسمار کر دیا گیا اور معاشرہ ریاست میں ضم ہو گیا۔ مغرب میں حقوق نسواں کے لیے جتنی بھی قانون سازی کی گئی اس کا مقصد ازدواجی زندگی کا خاتمہ تھا۔ اگر پائیدار ازدواجی زندگی کا خاتمہ ہو جائے تو کنبہ از خود ختم ہو جاتا ہے' اور تمام انسانی رشتے قانونی ہو جاتے ہیں۔ اس ''کارنامے'' سے پورے معاشرے کے سماجی رشتے بدل جاتے ہیں' اور معاشرہ ریاست کا جزو بن جاتا ہے اور مذہب کی جگہ از خود ختم ہو جاتی ہے۔ شادی دو چیزوں کا نام ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ شادی نبھانی ہو تو اخلاقی ہے' توڑنی ہو تو قانونی ہے۔ مذہبی معاشرہ اوّل پہلو پر زور دیتا ہے اور جدید سوسائٹی دوسرے پہلو کو اہم سمجھتی ہے۔ ازدواجی معاہدے میں قانون سویا رہتا ہے اور شادی توڑنے کے وقت بیدار ہوتا ہے۔ معاشرے کے جن طبقات میں شادیاں اچھی چل رہی ہیں وہاں اخلاقی شعور غالب ہے اور شادیوں کے ملبے سے جہاں سوسائٹی بن گئی ہے وہاں ہر وقت حقوق اور قانون کی شقوں پر زور ہوتا ہے۔ اگر ازدواجی قانون سازی وافر ہو جائے تو یہ ادارہ ہی ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ مغرب میں ہوا ہے۔ مغرب میں ازدواجی قانون سازی اس قدر ہے کہ شادی میں اخلاقی رشتے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔ اب بچے پیدا کرنے اور ان کی کفالت کے لیے عورت کو شادی کی ضرورت نہیں اور نہ وہ مرد کی طرف دیکھنے کی محتاج ہے۔ اگر خوش طبعی کے لئے عورت مرد شادی کر لیں تو ان کی مرضی' لیکن یہ ضرورت نہیں رہی۔ یہ ترقیاتی کامیابی مغربی معاشرے نے ازدواجی قانون سازی کے ذریعے سے ہی حاصل کی ہے اور اس میں اولاد اور والدین کا رشتہ بھی فنا ہو گیا ہے۔

ہمارے مولوی صاحبان کی عظیم اکثریت صاحبان کو یہ بات سمجھ ہی نہیں آتی کہ جدید دنیا میں قانون سازی سرمائے کی سڑک بنانے کا اسٹیم رولر ہے۔ نسوانی حقوق اور ازدواجی قوانین کا بنیادی مقصد ہی کنبے کا خاتمہ تھا جس میں کامیابی اب ممکن ہے۔ دنیا میں جہاں جہاں معاشرے مغربی ہوئے ہیں وہاں بھی کنبے کا مکمل خاتمہ ہو گیا ہے۔ جدید ریاست کی قانون سازی مذہب کے مطابق یا خلاف نہیں ہوتی۔ یہ مولوی صاحبان کی نہایت ہی بڑی خوش فہمی اور غلط فہمی ہے کہ جدید ریاست مذہب کے خلاف کوئی قانون پاس کرتی ہے۔ یعنی مولوی صاحبان یہ سمجھتے ہیں کہ جدید ریاست مذہب کو کوئی اہمیت دیتی ہے اس لئے وہ اس کے خلاف قانون بناتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جدید سیکولر ریاست مذہب کو اتنی اہمیت بھی نہیں دیتی کہ اس کے خلاف قانون بنانے پر وقت ضائع کرے۔ جدید قانون سازی معاشرے کو ریاست میں ضم کرنے کے لیے ہوتی ہے اور ضمناً مذہب از خود ختم ہو جاتا ہے۔

ہمارے علماء قانون سازی میں مذہبی اور غیر مذہبی کی بحث اٹھا کر اصل چیزوں سے توجہ ہٹا دیتے ہیں اور اس طرح وہ عین انہی قوتوں کو مضبوط کرتے ہیں جو مذہب کا خاتمہ چاہتی ہیں۔ ہمارے علما نے اس نئے قانون سے جو غیر مذہبی پہلو نکالا ہے وہ نہایت مضحکہ خیز ہے۔ جدید ریاست مذہب کا ازحد احترام کرتی ہے' بالکل ویسے ہی جیسے وہ دہریت یا ہم جنس پرستی یا کلچر وغیرہ کا بھی ازحد احترام کرتی ہے۔ وہ قانون سازی کرتے وقت مذہب سے چھیڑ چھاڑ میں وقت ضائع نہیں کرتی۔ دراصل مذہب کے نمائندے نہایت نادان لوگ ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نعرے سے کام چل جائے گا۔ نعرے سنتے ہی جدید ریاست اپنی حکمت عملی تبدیل کر لیتی ہے۔ ایجنڈا تبدیل نہیں کرتی' اور وہ قانون سازی سے اس زمین ہی کو ختم کر دیتی ہے جہاں مذہب کا شجر اگتا ہے۔ مذہب کا شجر انسانی معاشرے میں اگتا ہے معاشی قوتوں کی مدد سے جدید قانون سازی معاشرے کو سول سوسائٹی بنا دیتی ہے' اور اس طرح مذہب کا تنا ہی نکل جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس قانون کی چند شقوں کے ردوبدل سے اگر مذہبی طبقے کو خوش کر بھی دیا جائے تو وہ اس معاشی دباؤ کا کیا علاج تجویز فرمائیں گے جو کنبے کو تیزی سے ختم کر رہا ہے؟ ایسا سرمایہ دارانہ نظام جو کنبے ہی کو مٹانے جا رہا ہے کیا وہ تبدیل شدہ قانون کے بعد ''اسلامی'' قرار پائے گا؟ طاقت دراصل کینگرو کی طرح ہوتی ہے اور قانون اس کی جھولی کا بچہ۔ ہمارے علماء کی گہری بصیرت یہ کہتی ہے کہ طاقت کے کینگرو سے بکری کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ ہمارے مولانا حضرات قانون کی بہت بات کرتے ہیں لیکن جو طاقت قانون بناتی ہے اور جس معاشی قوت کو راستہ دینے کے لیے قانون بنایا جاتا ہے' ان کے بارے میں وہ کچھ کہنے کے روادار نہیں' بڑے امام صاحب کے ایک مشہور قول کا عین یہی مطلب ہے کہ سیاسی طاقت اور قانون کا یک منبع' یک استناد اور یک ہدف ہونا لازم ہے۔ اسلامی قانون کی موٹی موٹی شقیں ان پڑھ آدمی کو بھی معلوم ہوتی ہیں' اس کے لیے عالم ہونا ضروری نہیں' ضروری یہ ہے کہ جدید سیاسی اور معاشی طاقت کے نظام کو سمجھنے کے وسائل بھی فراہم کیے جائیں' اور قانون سے اس کا تعلق واضح کیا جائے۔ مذہبی قوانین کی بات اس تجزیے کے بعد ہی بامعنی ہو سکتی ہے۔

اگر ہم مذہب کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں عادلانہ سیاسی اور معاشی نظام کی بات پہلے کرنا ہو گی اور قانون کے بارے میں وعظ کو تھوڑی دیر کے لیے مؤخر کرنا پڑے گا۔ قانون ایک ذیلی اور ضمنی چیز ہے' کیونکہ جیسی سیاسی اور معاشی قوت ہوتی ہے ویسا ہی قانون بناتی ہے۔ ہمیں یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ ہٹلر' سٹالن' بش اور بلیر کی ریاست اگر حدود و تعزیرات کو نافذ کر دے' تو کیا شرعی عدل کے تقاضے پورے ہو جاتے ہیں؟

(بشکریہ ہفت روزہ اخبار اکبر' 11 اپریل 2016ء' صادق آباد رحیم یار خان) ❀❀❀

ضرورت رشتہ

☆لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، قد "5'.2، تعلیم ایم ایس سی (سٹیٹس) کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0332-6758469

☆لاہور میں رہائش پذیر قریشی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم ایف اے، عالمہ کورس (جامعہ اشرفیہ لاہور) قد "5'.2، کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0332-4852646

☆کراچی کے رہائش پذیر اردو سپیکنگ رفیق تنظیم، عمر 37 سال، سعودی عرب میں معقول آمدنی، کو دوسری شادی کے لیے دینی مزاج کے حامل 27 سال عمر تک لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 00966542613285

☆کراچی میں مقیم رفیقہ تنظیم، عمر 28 سال دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ، خوش اخلاق، قد "5'.5 گھریلو امور میں ماہر عمر 28 سال کے لیے باعمل دیندار ترجیحاً رفیق تنظیم کا رشتہ درکار ہے

برائے رابطہ: 0333-5254453

☆خاتون، عمر 40 سال (ہمراہ ایک بیٹی عمر 12 سال) کے لیے لاہور سے دین دار شخص کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0323-4275918

برہان وانی کی شہادت نے کشمیری نوجوانوں میں حصولِ آزادی کا ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا ہے، آزادی کی یہ نئی لہر بھارتی ظلم و ستم سے دبنے والی نہیں کیونکہ یہ گوریلہ وار نہیں ہے بلکہ لوگوں کے دلوں سے اُٹھی ہوئی ایک تحریک ہے: ایوب بیگ مرزا

دشمن چاہتے ہیں کہ جس طرح مسلمانوں میں شیعہ سنی کی بہت بڑی تقسیم پیدا کرنے میں وہ کامیاب ہو گئے تھے اسی طرح اب سنیوں میں بھی ایک بہت بڑی خلیج پیدا کر دی جائے: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

کشمیر میں بھارتی فوج کی جارحیت، مسلمان ممالک میں دہشت گردی اور آرمی چیف کو مارشل لاء کی دعوت کے موضوعات پر حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: آصف حمید

کشمیر میں بھارتی فوج کی جارحیت

سوال: کشمیر میں برہان وانی کی شہادت کے بعد وہاں کے حالات مستقل طور پر خراب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کیا یہ دوبارہ علیحدگی کی تحریک تو شروع نہیں ہو گئی۔ آپ ان واقعات کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: تنازعہ کشمیر تقسیم ہند کے نامکمل ایجنڈے کا حصہ ہے۔ تقسیم ہند کو 70 برس ہو گئے۔ ان 70 سالوں میں کشمیر میں مختلف انداز میں آزادی کی مختلف تحریکیں اُٹھتی رہی ہیں۔ بھارت ہمیشہ ان حریت تحریکوں کی پشت پناہی کا الزام پاکستان پر لگاتا رہا ہے لیکن 1989ء سے یہ تحریک خالصتاً مقامی سطح پر اُٹھی ہے۔ خاص طور پر 2004ء میں جب پرویز مشرف نے اس تحریک سے بالکل لاتعلقی کا اظہار کر دیا تھا اور حریت تنظیموں پر پابندیاں لگا دی تھیں اور انڈیا نے بھی بارڈر پر باڑ لگا کر تمام راستے بند کر دیئے تھے۔ تب سے انڈیا بھی یہ ماننے پر مجبور ہے اب یہ تحریکیں خالصتاً مقامی سطح پر لوگوں کے دلوں سے اُٹھی ہیں جن کو پہلے تو اینٹی انڈیا تحریکیں قرار دیا گیا لیکن اب وہاں Hate India کشمیریوں کا مقبول نعرہ ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بات پہلے سے بڑھ چکی ہے۔ خاص طور پر برہان وانی کی شہادت نے کشمیری نوجوانوں میں حصول آزادی کا ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا ہے۔ یہ 22 سالہ نوجوان اچھے کھاتے پیتے اور تعلیم یافتہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے والد ایک سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ یہ اور اس کا بھائی موٹر سائیکل پر جا رہے تھے کہ بھارتی فوجیوں نے اس کے بھائی کو مار دیا اور اس کو بھی تشدد کا نشانہ بنایا۔ ظلم برداشت کرنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ تب سے برہان وانی حزب المجاہدین میں شامل ہو گیا لیکن اس کا انداز باقی مجاہدین سے بھی مختلف رہا۔ مجاہدین کارروائیاں کرتے ہیں اور زیر زمین چلے جاتے ہیں لیکن یہ نوجوان کارروائیاں بھی کرتا رہا اور ساتھ ساتھ کشمیری نوجوانوں میں جذبۂ حریت بیدار کرنے کے لیے سوشل میڈیا پر بھی موجود رہا۔ اس نے کھلم کھلا سامنے آکر انڈیا کی مخالفت کی اور نوجوانوں کے لیے ایک مثال بن گیا۔

سوال: کیا یہ واقعہ آزادی کے لیے ایک موثر تحریک ثابت ہو سکے گا؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یہ خالصتاً وہاں کے مقامی نوجوانوں کی تحریک ہے۔ اس لیے اب انڈیا کو پاکستان پر الزام لگانے کا بھی کوئی موقع نہیں مل سکا اور پاکستان بھی پچھلے 15 سالوں سے اپنی مغربی سرحدوں پر مصروف ہے۔ اگر انڈیا واقعی کشمیر میں امن قائم کرنے کے معاملے میں سنجیدہ تھا تو اس عرصے میں اس کو وہاں ایسے اقدامات کرنے چاہییں تھے جن سے وہ کشمیریوں کے دل جیت لیتا۔ لیکن بجائے اس کے اس نے

مرتب: محمد رفیق چودھری

وہاں کی آبادی کے تناسب کو ہی تبدیل کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ جس طرح اسرائیل فلسطین پر قبضہ کے لیے اپنی نوآبادیاتی بستیاں بساتا ہے اس طرح بھارت نے کشمیر میں ہندوؤں کی نئی بستیاں بسانی شروع کر دیں جس کی وجہ سے کشمیری عوام میں مزید نفرت بڑھ رہی تھی۔ پھر انڈیا نے ابھی تک وہاں پر سات لاکھ فوج تعینات کر رکھی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ فی خاندان ایک سپاہی کی شرح بنتی ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ امن کے دور میں ایسے اقدامات کیے جاتے کہ کشمیریوں کے اعتماد میں اضافہ ہوتا۔ بجائے اس کے ظلم و ستم جاری رہا اور اس کے نتیجے میں وہ نوجوان جن کو پہلے حریت تحریکوں کا کوئی تجربہ نہیں تھا وہ بھی اس تحریک کا حصہ بن گئے۔ اب یہ کشمیر میں تحریکِ آزادی کی ایک نئی لہر ہے اور یہ سوشل میڈیا کے زمانے میں ہے اور یہ لہر دیرپا ثابت ہو گی۔ اتنی آسانی سے یہ ختم ہونے والی نہیں ہے۔

سوال: اس نئی لہر پر انڈیا کا ردعمل کیا ہو گا؟ کیا وہ سبق حاصل کرتے ہوئے ظلم و ستم کا راستہ ترک کر دے گا یا پھر اس لہر کو بھی مزید ظلم و ستم سے دبانے کی کوشش کرے گا؟

ایوب بیگ مرزا: آزادی کی یہ نئی لہر دبنے والی محسوس نہیں ہوتی کیونکہ یہ گوریلا وار نہیں ہے۔ گوریلہ جنگ زیر زمین رہ کر ہوتی ہے اور جب گوریلہ مارے جاتے ہیں تو بات ختم ہو جاتی ہے لیکن یہ عوامی تحریک ہے جو خالصتاً عوامی بنیادوں پر اُٹھی ہے اور اُمید ہے کہ ان شاء اللہ یہ نہیں دبے گی لیکن انڈیا کا بھی اس کے آگے جھک جانا ممکن نظر نہیں آتا۔ خاص طور پر مودی سرکار جس کے انتخابی منشور میں ہندوستان کے آئین کے آرٹیکل 370 جس کے مطابق کشمیر کا ایک الگ سٹیٹس ہے کو ختم کرنا شامل تھا۔ لیکن وہ جرأت نہیں کر سکا تاہم میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ اگر انڈیا اس تحریک کو سنبھال نہ سکا تو وہ آخرکار پاکستان پر اس کا ملبہ ڈالے گا اور خطے کے حالات مزید خراب ہوں گے۔

سوال: پاکستانی حکومت کا اس نئی لہر میں کیا کردار ہے اور آئندہ کیا کردار ہونا چاہیے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: پاکستان تو کشمیر کو بالکل بھولا ہوا ہے۔ یہ موقع تھا کہ ہماری وزارت خارجہ بہت active ہوتی اور دوسرے ملکوں میں ہمارے سفراء ڈپلومیٹک لیول پر اس معاملے کو بہت اٹھاتے۔ لیکن بجائے اس کے پاکستان کی طرف سے بیان بھی بہت لیٹ آنا شروع ہوئے۔ جبکہ کشمیر کمیٹی کے چیئر مین مولانا فضل الرحمان کا اس پر کوئی بیان ہی نہیں آیا۔

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ ایک دفعہ پھر اقوام متحدہ کی سکیورٹی کونسل میں لے جانا چاہیے اور بھاتی فوج کے ظلم و ستم کو واضح کرنا چاہیے۔ وہاں یہ ویڈیوز دکھانی چاہییں جن سے انڈیا انکار نہ کر سکے۔

چاہے اس کا نتیجہ کوئی نہ بھی نکلے لیکن دنیا کے سامنے ایک دفعہ پھر مسئلہ اُبھر کر سامنے آئے گا۔

سوال: پاکستان نے اس سے پہلے بھی بہت کوششیں کی کہ کسی طریقے سے کشمیر آزاد ہو جائے۔ لیکن وہ کوششیں سب ناکام ہوئیں؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بہت اہم سوال ہے۔ کشمیری شروع سے لے کر اب تک یہ نعرہ لگا رہے ہیں کہ پاکستان سے رشتہ کیا لا الٰہ الا اللہ۔ ابھی اس تحریک میں بھی یہی نعرہ لگایا گیا ہے۔ بلکہ وہاں عید پاکستان کے ساتھ منائی گئی ہے اور اس نوجوان کو پاکستان کے جھنڈے میں لپیٹ کر دفنایا گیا ہے۔ جب وہ ہم سے رشتہ لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد پر قائم کرنا چاہتے ہیں اور ہمارے ہاں لا الٰہ الا اللہ عملی طور پر نہیں ہے تو اس کا نتیجہ یہی نکلا کہ پاکستان اس حوالے سے کوئی ایسا اقدام عملی طور پر نہ کر سکا جو کشمیر کی آزادی پر منتج ہوتا۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ کشمیر پاکستان کا حصہ بنے تو پاکستان میں وہ نظام لایا جائے جس نظام سے جڑ کر وہ ہمارے بھائی بنتے ہیں۔

آصف حمید: قارئین! اس حوالے سے میں آپ سے یہ ضرور کہوں گا کہ ایک تو حکومت کے کرنے کا کام ہے اور ایک کام ہمارا ہے کہ ہم کم از کم سوشل میڈیا پر تحریک آزادی کی اس نئی لہر کو اتنا اُٹھائیں کہ واقعی دنیا کو پتا چل جائے کہ یہ ایشو اب دبنے والا نہیں ہے۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک بار پھر اس تحریک کے ساتھ بھی وہی سلوک ہو جائے جو فلسطین میں اسرائیل نے کیا۔

مسلمان ممالک میں دہشت گردی

سوال: سعودی عرب میں روضہ رسول ﷺ کے پاس دھماکہ ہوا تو اُمت مسلمہ کانپ گئی۔ آپ کیا سمجھتے ہیں اس کے کیا اثرات ہوں گے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: سعودی عرب کا واقعہ بہت ہی افسوسناک ہے۔ ایک ہی دن میں تین دھماکے ہوئے، ایک مسجد نبوی ﷺ کے پاس، دوسرا جدہ میں امریکن ایمبیسی کے باہر اور تیسرا مشرقی بارڈر کے قریب امام بارگاہ کے پاس ہوا۔ یہ تین واقعات بظاہر جڑے ہوئے بھی لگتے ہیں کہ ایک ہی دن ہوئے ہیں اور اس میں جو لوگ ملوث ہیں وہ بھی مختلف قسم کے ہیں۔ ترکی اور بنگلہ دیش میں ہونے والے دھماکوں کی ذمہ داری داعش نے قبول کی ہے۔ داعش پر سوالیہ نشان لگا ہوا ہے کہ وہ واقعی کوئی انڈ جنیس موومنٹ ہے یا وہ بھی اسرائیل اور امریکہ کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے۔ یہ تمام واقعات مسلمان ممالک میں ہو رہے ہیں۔ لہٰذا اس کے محرکات پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال: سعودی عرب نے ایران پر حج کی پابندی لگا دی۔ پھر داعش کے خلاف سعودی عرب کا معاملہ چل رہا ہے۔ پھر اندرونی طور پر بھی بہت سے لوگ سعودی عرب کی پالیسی کے خلاف ہیں۔ کیا یہ تین الگ الگ چیزیں ہیں یا ایک ہی محرک کا شاخسانہ ہیں۔ کیونکہ قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ حج موقوف ہو جائے گا۔ کیا یہ اس طرف تو اشارہ نہیں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: آپ نے جو کہا کہ سعودی عرب نے ایران پر حج پر پابندی لگائی ہے یہ درست نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایران نے ایرانی حاجیوں کی خصوصی حفاظت کا مطالبہ کیا تھا۔ جس پر سعودی عرب اور ایران کے مذاکرات ہوئے۔ سعودی عرب نے کہا کہ حاجیوں کا

> **اگر ہم چاہتے ہیں کہ کشمیر پاکستان کا حصہ بنے تو پاکستان میں وہ نظام لایا جائے جس نظام سے جڑ کر کشمیری ہمارے بھائی بنتے ہیں۔**

تعلق کسی بھی ملک سے ہو، ان کی حفاظت کرنا ہماری ذمہ داری ہے لیکن ہم کسی کی خصوصی حفاظت نہیں کر سکتے۔ اس پر ایران نے کہا کہ اگر آپ ہماری خصوصی حفاظت نہیں کریں گے تو ہم حاجی نہیں بھیجیں گے۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ سعودی عرب نے پابندی لگائی۔ سعودی عرب اور ایران کی کشیدگی کافی پہلے سے چل رہی ہے۔ یہ اصل میں فرقہ وارانہ لعنت ہے۔ جو اس وقت مسلمانوں پر ایک عذاب کی صورت میں مسلط ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سعودی عرب میں مختلف مقامات پر جو تین دھماکے ہوئے ہیں ان کے بنیادی محرکات میں خارجی اور داخلی دونوں عوامل شامل ہیں۔ اندرونی سطح پر بہت سے لوگ سعودی حکومت سے ناخوش ہیں لہٰذا بیرونی قوتیں ایسے لوگوں کو استعمال کر لیتی ہیں۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: یہ بات واضح ہے کہ سعودی عرب میں بادشاہت ہے لیکن وہ ایک سکیورٹی سٹیٹ ہے۔ حج کے علاوہ بھی ان کے نظام کے خلاف یا حکومت کے خلاف بات کرنا ممکن نہیں ہے۔ وہ خادم حرمین شریفین بھی کہلاتے ہیں اور اپنی طرف سے فول پروف قسم کے انتظامات کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ حج کے موقع پر امن و امان برقرار رہے۔ شیعہ پہلے بھی جاتے رہے ہیں لیکن گزشتہ سال دوران حج جو سانحہ رونما ہوا جس میں کافی ہلاکتیں ہوئیں تھیں۔ اس پر ایران نے شدید ردعمل ظاہر کیا۔ لہٰذا خدشہ ہے کہ اس طرح کے واقعات کی روک تھام کے لیے سعودی حکومت زائرین کی تعداد میں کمی کر سکتی ہے، اپنے قوانین میں سختی لائے گی لیکن یہ نہیں ہوگا کہ حج موقوف ہو جائے۔

سوال: بنگلہ دیش میں دہشت گردی کا جو واقعہ ہوا اور اس سے انڈیا اور بنگلہ دیشی سیکولر حکومت جو فوائد حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

ایوب بیگ مرزا: بنگلہ دیش میں بھی دھماکے ہوئے اور ایک کیفے میں کچھ لوگوں کو یرغمال بنالیا گیا اور ان میں سے بعض کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ ایسی دہشت گردی کی حمایت نہیں کی جاسکتی۔ لیکن ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ایسے واقعات کیوں پیش آرہے ہیں۔ بنگلہ دیش میں یہ بڑا عجیب معاملہ تھا کہ 45 سال پرانے واقعات پر مقدمات قائم کر کے بے گناہ لوگوں کو پھانسیاں دی گئیں۔ جب ظلم اس حد تک بڑھ جائے گا اور انصاف بالکل ختم ہو جائے گا تو پھر بعض لوگ جو دین کا حقیقی علم نہیں رکھتے یا جذباتی ہو جاتے ہیں وہ ردعمل میں تشدد کے راستے پر چل نکلتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں مودی سرکار بنگلہ دیش کو پاکستان کے خلاف بلکہ صحیح تر الفاظ میں عالم اسلام کے خلاف استعمال کر رہی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ بنگلہ دیش نے اس معاملے میں براہ راست پاکستان پر الزام نہیں لگایا لیکن بھارتی وزراء نے کہہ دیا کہ بنگلہ دیش میں ہونے والے دھماکے میں پاکستان کا ہاتھ ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: بنگلہ دیش، انڈیا اور پاکستان کے درمیان 1974ء میں معاہدہ ہوا تھا کہ 71ء کے معاملات کو دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔ لیکن بنگلہ دیش کی موجودہ (حسینہ واجد) حکومت نے اپنے آئین میں ترمیم کر کے اس شق کو ختم کر دیا اور دوبارہ 71ء کے معاملات پر مقدمات قائم کر کے اپنے پرانے حلیفوں کو پھانسیاں دیں۔ ظاہر ہے انڈیا اور بنگلہ دیش کے درمیان جو دوستانہ تعلقات ہیں یہ اسی کا شاخسانہ ہے اور اس کے نتیجے میں کچھ لوگ جذباتی ہو سکتے ہیں۔

سوال: بنگلہ دیش میں دھماکہ کے بعد جس طرح انڈین میڈیا نے ڈاکٹر ذاکر نائیک کے خلاف الزامات کا طومار کھڑا کر دیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پروہندوازم سازش بھی ہو سکتی ہے۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ ڈاکٹر ذاکر نائیک انتہائی پرامن انداز میں اور قرآن کی آیت ﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (النحل: 125) ''(اے پیغمبرؐ) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ۔ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو جو اس کے رستے سے بھٹک گیا۔'' کے مطابق اپنا کام کر رہے ہیں۔ آپ اس

بارے میں کیا کہیں گے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ :بنگلہ دیش میں جو آدمی پکڑا گیا اس نے یہ بیان دے دیا کہ میں ڈاکٹر ذاکر نائیک کی تقریریں سنا کرتا تھا۔ اس بیان کو ڈاکٹر ذاکر نائیک کے خلاف ایشو بنایا جا رہا ہے حالانکہ ان کا چینل کافی مقبول ہے اور ان کی ساری چیزیں ریکارڈڈ ہیں۔ بی جے پی پہلے ہی ڈاکٹر ذاکر نائیک پر پابندی لگانا چاہتی تھی۔ اب ان کے ہاتھ ایک بہانہ آ گیا ہے تاکہ ڈاکٹر ذاکر نائیک اپنا مشن نہ چلا سکیں۔

ایوب بیگ مرزا :ڈاکٹر ذاکر نائیک کے چینل کا نام Peace ہے اور وہ اپنے چینل پر کسی کنٹروورشل یا سیاسی بات کا ذکر ہرگز نہیں کرتے تھے۔ اصل میں ہندوؤں میں ڈاکٹر ذاکر نائیک کی دعوت زیادہ پھیلنے سے مودی سرکار کافی پریشان تھی اور وہ چاہتے تھے کہ کوئی عذر لنگ ہی سہی، کوئی بہانہ ملے تو اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ ہزاروں لوگ ڈاکٹر ذاکر نائیک کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں اور کروڑوں لوگ ٹیلی ویژن پر سن رہے ہوتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی ان کی دعوت کسی کو دہشت گردی کی طرف راغب کرنے والی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انڈیا میں سیکولرازم عملی طور پر نہیں ہے۔ جو رہی سہی کسر تھی وہ مودی سرکار نے پوری کر دی ہے۔

سوال :انڈیا میں کچھ مسلمان ڈاکٹر ذاکر نائیک کے خلاف ایکشن لینے پر خوش ہیں۔ بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں بیرونی دشمن کی ضرورت نہیں ہے، فرقہ واریت کا زہر ہی مسلمانوں کو مار دینے کے لیے کافی ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ :آپ کو یاد ہوگا کہ رینڈ کارپوریشن کی رپورٹ میں مسلمانوں کو چار قسموں میں تقسیم کیا گیا تھا اور اس میں باقاعدہ کہا گیا تھا کہ اسلام کو بطور دین سمجھنے والے (صحیح العقیدہ) مسلمانوں کو روایتی علماء کے طبقے سے باہم لڑا دیا جائے۔ کیونکہ مسلمانوں کے یہ دونوں گروہ اگر ایک دوسرے کے قریب آ گئے تو مغربی تہذیب اور سیکولرازم کے لیے بہت بڑا خطرہ بن جائیں گے۔ یہ بھی اسی سازش کی کڑی لگتی ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر ذاکر نائیک کا ادارہ یا اس جیسے ادارے جو اسلام کو بطور دین پروموٹ کرتے ہیں ان کے خلاف روایتی علماء کے طبقے کو اچھال دیا گیا ہے۔ دشمن چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ مسلمانوں میں شیعہ سنی کی بہت بڑی تقسیم میں کامیاب ہو گئے تھے اسی طرح اب سنیوں میں بھی ایک بہت بڑی خلیج پیدا کر دی جائے۔ چنانچہ رینڈ کارپوریشن اس شیطانی منصوبے کی پشت پناہی کرتا ہے اور ہمارے سیکولر طبقات اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ایوب بیگ مرزا :واقعتاً اسلام کی صحیح معنوں میں دعوت کو مسلکی تنازعات کا شکار کرنا مسلمانوں کی بہت بڑی بدقسمتی ہے اور امت کو جو خطرہ تفرقہ بازی سے ہے وہ کسی خارجی دشمن سے نہیں ہے۔

سوال :اس معاملے میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے کہ ایک شخصیت کو انہوں نے بلاوجہ ٹارگٹ بنا لیا اور اس کے ایک خیر کے کام کو باطل قوتیں روکنے کو بیٹھی ہیں؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ :تاریخی طور پر ایسا نہیں ہوتا تھا۔ تحریک پاکستان میں جب اسلام اور کفر کی بات آئی تو تمام مسلمان اپنے تمام اختلافات بھلا کر آپس میں متحد ہو گئے۔ آج کے حالات میں بھی ہونا یہ چاہیے کہ تمام اسلام پسند طبقات جن میں روایتی علماء اور دوسرے لوگ بھی شامل ہیں، اپنے تمام اختلافات بھلا کر اسلام کے نام

> عوام سوشل میڈیا پر کشمیر میں تحریک آزادی کی نئی لہر کو اتنا اُٹھائیں کہ واقعی دنیا کو پتا چل جائے کہ یہ ایشو اب دبنے والا نہیں ہے۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک بار پھر اس تحریک کے ساتھ بھی وہی سلوک ہو جائے جو فلسطین میں اسرائیل نے کیا۔

پر متحد ہو جائیں۔ اللہ کا حکم بھی یہی ہے۔ ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ ''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تمام کر رکھو اور تفرقہ بازی میں نہ پڑو''

سوال :اس وقت مسلمانوں کا جو طبقہ بنگلہ دیش واقعہ کو آڑ بنا کر یہ فائدہ اٹھانا چاہ رہا ہے کہ ڈاکٹر ذاکر نائیک پر پابندی لگوائے یا ان کا چینل بند کروائے۔ کیا وہ اسلام کی خدمت کر رہا ہے؟

ایوب بیگ مرزا :میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس حوالے سے اتنا سخت موقف نہیں اختیار کرنا چاہیے بلکہ ان کے لیے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے کہ وہ مسلمانوں میں تفرقہ بازی نہ کریں۔

آرمی چیف کو مارشل لاء کی دعوت

سوال :ہمارے کافی سارے شہروں میں آرمی چیف کی توسیع کے حوالے سے ایک مہم چل رہی ہے اور سیاستدانوں کے بڑے عجیب عجیب بیان آ رہے ہیں کہ یہ غیر آئینی ہے۔ انہیں آئین صرف اس وقت ہی کیوں یاد آتا ہے جب ان کے مفادات پر چوٹ پڑتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا :آپ کی بات بالکل درست ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ پاکستان کے 19 شہروں میں بڑی اچھی عبارات اور خوشنما الفاظ کے ساتھ آرمی چیف کو دعوت دی گئی ہے۔ میں پریشان ہوں کہ کس تنظیم میں اتنی قوت ہے کہ وہ 19 شہروں میں راتوں رات اتنا کام کر گزرے اور اس کو روکنے والا کوئی نہ ہو۔ اس بارے میں اعتزاز احسن نے کہا ہے کہ یہ کام گورنمنٹ نے کروایا ہے اور اس سے وہ دو فائدے حاصل کرنا چاہتی ہے۔ ایک تو یہ بینرز لگنے کے بعد اگر واقعتاً راحیل شریف کوئی قدم اٹھاتے ہیں تو وہ کہیں گے کہ ثابت ہو گیا کہ بینرز انہوں نے ہی لگوائے تھے۔ دوسرا یہ کہ اپوزیشن ان کے خلاف آواز اٹھائے۔ سیاسی جماعتیں جو یہ واویلہ کر رہی ہیں کہ یہ آئین کی خلاف ورزی ہے۔ یقیناً اس میں کوئی دو رائے نہیں ہیں کہ یہ آرٹیکل 6 کی خلاف ورزی ہے اور ہمارے آئین میں اس کی سزا موت ہے۔ لیکن میں حیران اس بات پر ہوں کہ ہمارے سیاستدانوں کو صرف اس وقت آئین کا خیال آتا ہے جب ان کے اپنے سیاسی مفادات پر زد آتی ہے۔ میں ان سیاستدانوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے آئین کا آغاز اس بات سے نہیں ہوتا کہ ریاست پاکستان کا مذہب اسلام ہوگا؟ کہاں ہے وہ اسلام؟ آپ کو پاکستان کے کسی بھی ادارے میں اسلام نظر آ رہا ہے؟ کیا آپ کو آئین کی دفعہ 31 نظر نہیں آتی؟ جس کے مطابق حکومت کا فرض ہے کہ وہ ہر شخص کو قرآن کی تعلیم سے آراستہ کرے، ہر پاکستانی کو عربی اس درجے کی سکھا دے کہ وہ قرآن خود پڑھ سکے اور اس کا ترجمہ جان سکے۔ سیاست دان اس حوالے بات کیوں نہیں کرتے؟ میں سمجھتا ہوں کہ افواج پاکستان کا کام سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے حکومتیں کرنا نہیں۔ لیکن حکومتوں کا بھی کام ہے کہ وہ آئین کو اس کی حقیقی روح کے مطابق نافذ کریں۔ جبکہ یہاں اسلام تو بہت دور کی بات ہے، دوسری ریاستوں کے شہریوں کو جو عام حقوق حاصل ہیں وہ بھی نہیں مل رہے۔ یہاں گیس، پانی، بجلی جیسی بنیادی سہولیات نہیں ہیں، عوام پر ناروا ٹیکس لگائے جاتے ہیں اور عوام کو بھی ان پر اعتماد نہیں ہے؟

سوال :ہمارے دیندار لوگوں کا بھی یہ حال ہے کہ قرآن کے بعض احکام مانتے اور اکثر چھوڑ دیتے ہیں تو سیکولر حکمرانوں سے کیا اُمیدیں رکھیں گے کہ یہ آئین سے پوری طرح وفاداری کریں گے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ :آئین میں ایک مدت فکس کی گئی تھی کہ ہمارے تمام قوانین اسلام کے مطابق بنائے جائیں گے لیکن ہمارے ہاں ابھی تک انگریز کا قانون چل رہا ہے۔ ہمارے کسی بھی ادارے میں اسلام نہیں ہے اور فوج کو دعوت دینا تو کھلم کھلا آئین کی خلاف ورزی ہے۔ بہر حال فوج کی طرف سے اعلانیہ کہا گیا ہے کہ فوج کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

عبادت میں سُستی سے بچیں!

مولانا حبیب اللہ حقانی

کہتے ہیں کہ ایک ولی اللہ کی شیطان سے ملاقات ہوئی تو شیطان سے کہا کہ یار ساری زندگی عبادت میں گزاری مگر کچھ نہ ملا اب چاہتا ہوں کہ تجھ جیسا ہو جاؤں؟ شیطان نے انتہائی تعجب سے پوچھا کیا تو سچ کہتا ہے؟ بزرگ نے کہا کہ ہاں بالکل سچ کہتا ہوں؟ بہت خوش ہو کر شیطان نے کہا پانچ وقت نماز پڑھا کرو لیکن سستی کے ساتھ تو مجھ جیسا ہو جاؤ گے۔ بزرگ نے یہ سنتے ہی فوراً کہا خدا کی قسم آج کے بعد کسی بھی عبادت میں سستی نہیں کروں گا۔ اب سوال یہ ہے کہ شیطان عبادت میں سستی کی اتنی ترغیب کیوں دیتا ہے تو اس کی کئی وجوہات ہیں:

پہلی وجہ:

یہ ہے کہ اللہ رب ذوالجلال نے اپنے بندوں کو عبادت کی طرف جلدی کرنے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش پر زور دیا ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ﴾

(آل عمران: 133)

''اور دوڑو بخشش کی طرف اپنے رب کی اور جنت کی۔''

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ یعنی اعمال و اخلاق کی طرف جھپٹو جو حسب وعدہ خداوندی اس کی بخشش اور جنت کا مستحق بناتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)۔ ایک جگہ کامل مومن کے اوصاف میں ایک وصف یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ﴿يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ﴾

(آل عمران: 114)

''اور دوڑتے ہیں نیک کاموں کو'' (ترجمہ شیخ الہند)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ (البقرہ: 148)

''سو تم سبقت کرو نیکیوں میں'' (ترجمہ شیخ الہند)

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں اپنے اصل کام میں لگنا چاہیے اور وہ کام ہے نیک کاموں میں دوڑ دھوپ اور آگے بڑھنے کی کوشش اور چونکہ فضول بحثوں میں وقت ضائع کرنا اور مسابقت الی الخیر میں سستی کرنا عموماً آخرت سے غفلت کے سبب ہوتا ہے جس کو اپنی آخرت اور انجام کی فکر درپیش ہو وہ کبھی فضول بحثوں میں نہیں الجھتا۔ اپنی منزلیں طے کرنے کی فکر میں رہتا ہے (معارف القرآن، ج 1، ص 389) سورۃ المطففین میں خالق لایزال فرماتے ہیں:

﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾

(آیت: 26)

اور اس پر چاہیے کہ رغبت کریں رغبت کرنے والے (ترجمہ شیخ الہند)

مفتی شفیع نور اللہ مرقدہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ تنافس کے معانی ہیں چند آدمیوں کا کسی خاص مرغوب و محبوب چیز کو حاصل کرنے کے لیے جھپٹنا، دوڑنا تا کہ دوسرے سے پہلے وہ اس کو حاصل کر لے، یہاں جنتوں کی نعمتوں کا ذکر فرمانے کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے غفلت شعار انسان کو اس طرف متوجہ کیا ہے۔ کہ آج تم لوگ جن چیزوں کو مرغوب و مطلوب سمجھ کر ان کے حاصل کرنے میں دوسرے سے بڑھنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہو یہ ناقص اور فانی نعمتیں اس قابل نہیں کہ ان کو مقصود زندگی سمجھ کر ان کے لیے مسابقت کی جائے بلکہ ان میں تو اگر قناعت اور ایثار سے کام لے کر یہ سمجھ لو کہ یہ چند روزہ راحت کا سامان ہاتھ سے نکل ہی گیا تو کچھ بڑے صدمے کی بات نہیں۔ ایسا خسارہ نہیں جس کی تلافی نہ ہو سکے البتہ تنافس اور مسابقت کرنے کی چیز یہ جنت کی نعمتیں ہیں جو ہر حیثیت سے مکمل بھی ہیں اور دائمی بھی (معارف القرآن ج 8، ص 299,298)

ان ارشادات ربانیہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دنیاوی کاموں میں دیگر ضروریات کو چھوڑ کر نماز اور کوئی بھی نیک کام وغیرہ میں وقت کو طویل سمجھ کر تاخیر نہ کرو۔ ہمارے اکابر علماء فرماتے ہیں کہ نیک عمل کے لیے تین دن اور اسی طرح تین گھنٹے ہیں۔ ایک گزرا ہوا جو ہاتھ سے نکل گیا ایک آئندہ جس کا کوئی پتہ نہیں کہ پالیں گے یا نہیں اور ایک موجودہ لہٰذا موجودہ دن اور موجودہ گھنٹے میں عبادت کرنی چاہیے۔

دوسری وجہ:

یہ ہے کہ سستی منافقین کی عادت بتائی گئی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى﴾

(النساء: 142)

''البتہ منافقین دغابازی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اور وہی ان کو دغا دے گا اور جب کھڑے ہوں نماز کو تو کھڑے ہوں ہاری جی سے'' (ترجمہ شیخ الہند)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ لکھتے ہیں ابن حجر نے زواجر میں لکھا ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا تھا، اس کا بھائی دفن میں شریک تھا۔ اتفاق سے دفن کرتے ہوئے ایک تھیلی قبر میں گر گئی۔ اس وقت خیال نہیں آیا بعد میں یاد آئی تو بہت رنج ہوا۔ چھپکے سے قبر کھول کر نکالنے کا ارادہ کیا قبر کھولا تو وہ آگ کے شعلوں سے بھر رہی تھی۔ روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور حال بیان کیا اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ ماں نے بتایا کہ وہ نماز میں سستی کرتی تھی اور قضا کرتی تھی۔ اللہ اس سے بچائے۔

(فضائل نماز ص 44، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ)

تیسری وجہ:

یہ ہے کہ سستی کفر کی طرف پہلا قدم ہے کیونکہ جب بھی کسی عمل میں سستی شروع ہوتی ہے تو پہلے پہل تو سستی پھر کبھی کیا کبھی نہیں کیا بالآخر وہ عمل چھوڑ دیتا ہے۔ عمل چھوڑنے کے بعد دل کے اندر اس عمل سے نفرت پیدا ہوتی ہے کہ اگر یہ عمل دینی ہو تو اس سے کفر پیدا ہوتا ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ لکھتے ہیں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اس کی صورت یہ بیان فرماتے ہیں:

مَنْ تَهَاوَنَ بِالنَّوَافِلِ تَهَاوَنَ بِالسُّنَنِ وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالسُّنَنِ تَهَاوَنَ بِالْفَرَائِضِ وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْفَرَائِضِ سُلِبَ الْمَعْرِفَةُ وَمَنْ سُلِبَ الْمَعْرِفَةُ يَقَعُ فِي الْكُفْرِ'' (تقریر بخاری ج 1، ص 151)

''جس نے نوافل کو ہلکا سمجھا اس نے سنتوں کو ہلکا سمجھا اور جس نے سنتوں کو ہلکا سمجھا، اس نے فرائض کو ہلکا سمجھا اور جس نے فرائض کو ہلکا سمجھا اس کی معرفت سلب کر لی گئی اور جس کی معرفت سلب کر لی گئی وہ کفر میں واقع ہو جائے گا۔

عبادت میں سستی آ جائے تو بھی رک جاؤ

بعض اوقات انسان عبادت کرتے کرتے تھک جاتا ہے اور اس تھکاوٹ کی وجہ سے بھی سستی آ جاتی ہے یہ سستی بھی پسندیدہ نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز میں سستی آ جائے تو رک جاؤ جیسے بخاری شریف میں روایت ہے۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَاِذَا حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ مَاهٰذَا الْحَبْلُ قَالُوْا هٰذَا حَبْلٌ لِّزَيْنَبَ فَاِذَافَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حُلُّوْهُ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ فَاِذَا افَتَرَ فَلْيَقْعُدْ

(بخاری شریف ج 1، ص 104)

انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لائیں آپ کی نظر ایک رسی پر پڑی جو دوستونوں کے درمیان کھینچی گئی تھی، دریافت فرمایا کہ رسی کیسی ہے؟ صحابی نے عرض کیا کہ یہ زینب کی رسی ہے جب وہ (نماز پڑھتے پڑھتے) تھک جاتی ہے تو اس کو پکڑ لیتی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں اسے کھول دو، ہر شخص کو دلجمعی اور نشاط کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے اور تھک جانے پر چھوڑ دینی چاہیے۔

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ آدمی کو عبادت اتنی ہی کرنی چاہیے جس میں اس کی نشاط اور دلجمعی باقی رہے۔ عبادت میں تکلیف سے کام نہیں لینا چاہیے شریعت اس کی تحدید نہیں کرتی کہ کتنی دیر عبادت کی جائے بلکہ صرف مطلوبہ عبادت میں روح کی بالیدگی اور نشاط ہے اور اگر کوئی اپنی طاقت سے زیادہ عبادت کرے گا تو اس کے بہت سے نقصانات خود عبادت میں پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ مثلاً آئندہ کے لیے ہمت ہار جائے گا۔ دوسری عبادات چھوٹ جانے کے بھی خطرات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس لیے نماز یا دوسری عبادت میں انسان کو اتنی ہی دیر صرف کرنی چاہیے جتنی طاقت ہو اور جس پر ہمیشہ مداومت ہو سکے اب ہر شخص کی طاقت اور شوق عبادت جدا ہیں۔ (تفہیم البخاری ج 1، ص 468)

سستی کیسے آتی ہے؟

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا کہ ''بَابُ عَقْدِ الشَّيْطَانِ عَلٰى قَافِيَةِ الرَّأْسِ اِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ''

''اگر کوئی رات کی نماز نہ پڑھے تو شیطان سر کے پیچھے گرہ لگا دیتا ہے۔'' (تفہیم البخاری ج 1، ص 465)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان آدمی کے سر کے پیچھے سوتے وقت تین گرہیں لگا دیتا ہے، ہر گرہ پر اس کے احساس کو اور خوابیدہ کرتے ہوئے ذہن میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ رات بہت طویل ہے، اس لیے ابھی سوئے رہو لیکن اگر کوئی بیدار ہو کر اللہ کو یاد کرنے لگے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر جب وہ وضو کرتا ہے تو دوسری کھل جاتی ہے۔ نماز پڑھنے لگتا ہے تو تیسری بھی کھل جاتی ہے، اسی طرح صبح کے وقت چاق و چوبند پاکیزہ خاطر اٹھتا ہے ورنہ سست۔ (بخاری شریف ج 1، ص 153)

عبادت کم ہو مگر بشاشت کے ساتھ

فرض نماز تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔ اس میں تو کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اس طرح نوافل عبادت میں ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو بوجھ نہ ہو کیونکہ عبادت بشاشت اور دوام کے ساتھ ہونی چاہیے جیسے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ عمل وہی اختیار کرو جس کی تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ (ثواب دینے سے) نہیں ہٹتے جب تک تم اکتا جاؤ۔ نبی کریم ﷺ اس نماز کو سب سے زیادہ پسند فرماتے تھے جس پر مداومت اختیار کی جائے خواہ کم ہی کیوں نہ ہو چنانچہ آنحضور ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اسے ہمیشہ پڑھتے تھے۔ (بخاری شریف، ج 1، ص 264)

اس حدیث شریف میں ''ملال'' کا لفظ آیا ہے۔ جس کی تشریح میں لکھتے ہیں۔ وَالْمَلَالُ اِسْتِثْقَالُ الشَّيْءِ وَنُفُوْرُ النَّفْسِ مِنْهُ بَعْدَ مَحَبَّتِهٖ (حاشیہ بخاری شریف، ج 1، ص 11)۔ یعنی ملال کے معنی ہیں کسی نفس کا ایک چیز سے بوجھل ہونا اور اس کی محبت کے بعد متنفر ہونا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

اب ادھر ایک اشکال ہوتا ہے کہ جب ملال کے معنی بوجھل ہونا اور متنفر ہونا ہے تو اللہ جل جلالہ کی طرف اس قسم کے الفاظ کی نسبت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ اس کے جواب میں علماء لکھتے ہیں کہ ''ان جیسے الفاظ کا اطلاق اللہ پر باب مشاکلت سے ہے جیسے برائی کا بدلہ برائی کی مثل ہے۔ اور یہ اپنے محل میں ایک اچھی مثال ہے اور بعض طرق سے حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ ثواب دینے سے تنگ نہیں ہوتا یہاں تک کہ تم عمل سے تنگ ہو جاؤ گے۔ (حاشیہ بخاری شریف، ج 1، ص 11)

مطلب یہ ہے کہ برائی کا جو بدلہ ہوتا ہے وہ برائی نہیں ہوتی لیکن چونکہ یہ بدلہ برائی کی ہمشکل ہوتا ہے اس وجہ سے اس کو برائی کہا گیا۔ تو اللہ پاک عمل دینے سے تنگ نہیں ہوتا لیکن جب بندہ عمل کرنے سے تنگ ہوتا ہے تو وہ عمل چھوڑ دیتا ہے۔ تو یہ بھی عمل چھوڑنے کی ہمشکل ہے اس لیے اس کو ملال سے تعبیر کیا۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اِذَااَتَيْتُمْ بِهٖ عَلٰى فُتُوْرٍ يُعَامِلُكُمْ مُعَامَلَةَ الْمَلُوْلِ۔ (حاشیہ بخاری ج 1، ص 11) قَالَ الْمُحَقِّقُوْنَ مَعْنَاهُ لَا يُعَامِلُكُمْ مُّعَامَلَةَ الْمَلَالِ يَنْقَطِعُ عَنْكُمْ ثَوَابَهٗ وَفَضْلَهٗ وَ رَحْمَتَهٗ حَتّٰى تُقَطِّعُوْآ اَعْمَالَكُمْ قَالَهُ النَّوَوِيُّ۔ (حاشیہ بخاری ج 1، ص 264) ترجمہ: جب تم پر اس عبادت کی وجہ سے ملول (سستی) آ جائے تو اللہ پاک بھی تمہارے ساتھ یہ ملول والا معاملہ کرے گا۔ (اور تیسرے جواب میں) محققین کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ اللہ پاک تمہارے ساتھ ملال والا معاملہ نہیں کرتا کہ تم سے اپنا ثواب اور اپنا نقصان اور اپنی رحمت کی کٹوتی کرے یہاں تک کہ تم (خود) اپنے اعمال خود منقطع کر دو گے۔ یہ امام نوویؒ نے فرمایا ہے۔

خلاصۂ کلام

یہ ہوا کہ شیطان ہمیں جہنم لے جانے کی کوشش کرتا ہے اس لیے وہ ہمیں سستی کی ترغیب دیتا ہے۔ لہٰذا اللہ پاک کا ارشاد ''اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا'' کو سامنے رکھ کر کسی بھی عمل میں سستی کے بجائے آگے بڑھ کر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے اور ایک دوسرے سے عمل میں بڑھنے کی کوشش کرے۔ اللہ پاک ہمیں عمل کی اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کی توفیق دے۔ آمین۔

☆☆☆☆

سہ ماہی اجتماع حلقہ پنجاب شمالی

یہ اجتماع مرکزی جامع مسجد گلزار قائد میں مورخہ 22 مئی 2016ء کو صبح 8:30 بجے منعقد ہوا۔ جس کا آغاز حافظ عزیز الحق کی تلاوت سے ہوا۔ نظامت کے فرائض ناظم تربیت جناب حمزہ شاہد نے سرانجام دیے۔ اس اجتماع کے پہلے مقرر جناب خالد محمود عباسی نے استقبال رمضان کے حوالے سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ قرآن مجید کو سننا اور سمجھنا بہت ضروری ہے۔ اور کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ اُس پر عمل کیا جائے۔

الحمد للہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اس پر بہت بڑا کام کیا۔ اللہ نے انہیں قرآن مجید کی خدمت کے لیے چن لیا تھا۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے رمضان المبارک میں دورہ ترجمہ قرآن کا آغاز 1983ء میں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قرآن کی صورت میں ایک بہت بڑی نعمت دی ہے ہمیں چاہیے کہ اس کی ساری برکتیں سمیٹیں۔ انہوں نے کہا کہ رمضان کے بعد ہماری زندگیوں میں بھی تبدیلی آنی چاہیے اگر شب و روز میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور زندگی اُس ڈگر پر چل رہی ہے تو رمضان سے اس نے کچھ بھی استفادہ نہیں۔

اجتماع کے دوسرے مقرر جناب جاوید احمد قریشی تھے۔ انہوں نے کہا کہ روزے محبت اور شوق کے ساتھ رکھنے چاہئیں ایک حدیث کے مطابق جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ روزوں کا اہتمام کیا اللہ تعالیٰ اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

اجتماع کے تیسرے مقرر نعمان واجد عزیز نے تنظیم کی قرار داد تاسیس کا مذاکرہ کرایا۔ انہوں نے مذاکرے کی صورت میں قرار داد تاسیس کی وضاحت فرمائی جس سے رفقاء کو تنظیم اسلامی کی غرض و غایت اور مقاصد کو سمجھنے میں مدد ملی۔ تمام رفقاء نے دلجمعی کے ساتھ مذاکرے میں حصہ لیا۔ وقفے کے بعد جناب راجہ محمد اصغر نے ملٹی میڈیا کے ذریعے اُسرہ اور نئے تربیتی نصاب پر گفتگو کی۔ انہوں نے گھریلو اُسرے پر زور دیا کہ تمام ملتزم رفقاء اپنے اپنے گھروں میں ضرور قائم کریں۔ اس سے ان کے گھر والوں کی اصلاح ہوگی جس سے الدین النصیحہ پر بھی عمل ہوگا۔

اس اجتماع کے آخری مقرر جناب عادل یامین تھے جنہوں نے انفاق فی سبیل اللہ پر تفصیلی گفتگو کی اور واضح کیا کہ انفاق کے بغیر نہ اللہ راضی ہو سکتا ہے اور نہ ہی تنظیم کے کاموں کو جاری رکھا جا سکتا ہے۔ یہ دور دین کی مغلوبیت کا ہے اس میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور بھی ضروری ہے۔

آخر میں اس سہ ماہی اجتماع کے پروگرام کو سمیٹتے ہوئے راجہ محمد اصغر نے اللہ کا شکر ادا کیا اور رفقاء کی بھرپور شرکت پر ان کا بھی شکریہ ادا کیا۔ یہ اجتماع دعائیہ کلمات کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: صوفی محمد صفدر)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن — دعائے مغفرت

☆ لطیف آباد، حیدر آباد کے ملتزم رفیق وجاہت علی کی والدہ وفات پا گئیں

☆ ہفت روزہ ندائے خلافت کے کمپوزر محمد خلیق اور رفیق تنظیم عبد الغفور مسافر کے چچا وفات پا گئے

☆ حلقہ پنجاب شمالی کے ملتزم رفیق جناب ڈاکٹر خالد رحیم کا بیٹا وفات پا گیا

☆ حلقہ پنجاب شمالی کے ملتزم رفیق جناب عبد الحمید سلطان کی بہن وفات پا گئیں

☆ قرآن اکیڈمی لاہور، شعبہ مطبوعات کے قاصد یاسر محمود شاکر کے نانا وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

''جامع مسجد خلفائے راشدین گوئی نالہ روڈ میدان راولاکوٹ'' میں

31 جولائی تا 6 اگست 2016ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

اور

5 تا 7 اگست 2016ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0334-5017587

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 36316638-36366638(042)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''مسجد بنت کعبہ N-866 سمن آباد پونچھ روڈ لاہور'' میں

7 تا 13 اگست 2016ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء اِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

12 تا 14 اگست 2016ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0323-4475001 ، 0300-4212181 ، 37520902(042)

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 36316638-36366638(042)

A new wave of freedom struggle in Indian Occupied Kashmir

Burhan Muzaffar Wani and his comrades were born and martyred in the phase of freedom fight in the Indian Occupied Kashmir (IoK) that symbolizes the desire for independence of the Indians on one hand and a new wave of movement for self-determination in IoK on the other. Unlike in the past, the Indian government has failed to blame Pakistan for allegedly supplying weapons, training, intelligence and even fighters on this occasion. The current armed resistance in IoK and its indigenous roots are etched on the faces of these young men. Burhan's martyrdom on July 8 and following that the turnout at his funeral as well as the protests that broke throughout the occupied land have rekindled memories of early 90s. Burhan and his comrades knew they would not survive for long; seven years is the average life span of a freedom fighter in IoK, as Burhan's father poignantly stated long before his death. Admittedly, not because that was their own choice, but the choice offered to a people was set by a ruthless military suppression which refused to accept that there was even a popular demand for right of self-determination.

Indians remained ignorant of the depth of the passion for *'Azaadi'* from forced union with India, as was being imposed in myriad ways. The policy of land grabbing to settle non-state ex-servicemen (an old project of RSS), allowing non-state subjects unhindered access to land for industry, real estate, mining, for setting up fortified colonies for Hindu migrants sent from India; where control of the state government, especially IoK based ruling parties, over levers of administration has always been circumscribed by New Delhi; and financial dependence compounded by autonomy of military from purview of the government of India, all point to the fact that reins of so-called government in IoK are, in fact, ensconced in New Delhi. If into this vortex we add the role played in past as well as in recent times by Hindutva forces in IoK, then it would have to be a stout but closed mind, who will not fail to see the consequences of the folly that India is making – again. You simply cannot keep people desiring independence in a military garrison, if you will. The people of IoK are everywhere, present in bunkers, check posts, drop gates, behind concertina fences, camps, cantonments, fortifications, on roads, bazaars…an all too visible presence, yet brutally suppressed by the Indian regime all the same.

Unsurprisingly, the 'candle-lighting' liberal cum secular cult of Pakistan remained tight-lipped on the martyrdom of Burhan Wani and others, as well other recent incidents of state-terrorism perpetrated by India in Occupied Kashmir. That was until the sheer mass of street demonstrations in IoK itself outweighed their silence and fearing that the balance of public opinion was tilting against the state of India even among the so-called 'progressive' elements of Pakistan, voices started to be raised in favor of the occupier (India), so much so, that in an article published in daily The Nation of July 12, Marvi Sarmad, a staunch pro-India voice and member of the infamous SAFMA, wrote and we quote:

pro-India voice and member of the infamous SAFMA, wrote and we quote:

> "In the Indian context, when Bhagat Singh Shaheed was recently termed a 'revolutionary terrorist' by some scholars, it created a ripple even in their parliament. When Burhan Wani was killed last week, he was readily termed a militant (which he was, irrespective of his motivation of using militancy) by Indian media... ...But Wani's was 'extra judicial killing' as per our Foreign Office."
>
> *(<u>Ref:</u> The Nation, 12 July 2016)*

The venom against the indigenous movement of acquiring the right to freedom and self-determination being exercised by the people of Indian Occupied Kashmir is evident from the chunk cited above, and why would it not be? Any stooge of the Indian government and its high-handedness in Occupied Kashmir, such as the 'candle-lighting' liberal cum secular cult of Pakistan, would be quick and more often than not ridiculously biased in endorsing the oppressors!

Regardless, it would be wise to recall what AS Dulat, the ex-RAW chief wrote in his book on his years in IoK that even an old woman who goes and casts her vote will not give up asking for *'Azaadi'*. Why should they? Each time officials turn to distant causes never once accepting that hearts & minds of the people are not with them in the occupied land, the value of armed resistance scales up.

The tragedy is that the situation is made worse by the presence of a dogmatic and ideological party in power in New Delhi. And what was bad has been made worse by the Prime Minister who publicly declared in Srinagar last November that he needed no advice on Kashmir. So the hackneyed approach of sending more troops, strident support for legal immunity for security forces, "internal disturbance", rights and liberties of civilians even in "disturbed areas", the "indefinite" time take to restore "normalcy" etc., appear to be 'water off ducks back' and have brought no salutary impact on the Indian government.

The bottom-line is that India would never be able to win the hearts and minds of the people of Kashmir and the only solution is for them to leave the matter to the people of Kashmir themselves and withdraw. The people of Kashmir are quite capable of choosing by means of self-determination!

(The Nida e Khilafat Team)

دعائے صحت

☆ قرآن کیڈمی، کراچی جنوبی کے نقیب جناب ڈاکٹر بدرالاسلام کامل روڈ ایکسیڈنٹ کے باعث آئی سی یو میں داخل ہیں۔

☆ لانڈھی، کراچی جنوبی کی معاونہ اہلیہ ذوالفقارالدین کا برین ہیمرج کی وجہ سے دماغ کا آپریشن ہے۔۔

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ اگست 2016ء ذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ

مشمولات

☆ تحریکِ آزادیٔ کشمیر کا فیصلہ کن مرحلہ اور عالم اسلام کی غفلت	ادارہ
☆ قادیانی مسئلہ اور اس کا نیا اور پیچیدہ تر مرحلہ	ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ قرآن کریم کی اصولی باتیں (۱۱)	ڈاکٹر عمر بن عبداللہ المقبل
☆ واقعہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	حافظ انجینئر عمیر انور
☆ مصائب وآلام کی حقیقت	پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
☆ ''تو'' ہر جگہ موجود ہے!	بیگم ڈاکٹر عبدالخالق
☆ حاجی عبدالواحد صاحبؒ کی یادداشتیں (۸)	پروفیسر حافظ قاسم رضوان
☆ مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے افکار کا تحقیقی جائزہ	شکیل عثمانی

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 30 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

داخلے جاری ہیں

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
کے زیر اہتمام

(پارٹ I اور II)
رجوع الی القرآن کورسز

جاری کردہ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

یہ کورسز بنیادی طور پر تعلیم یافتہ افراد کے لیے ترتیب دیے گئے ہیں' تا کہ وہ حضرات جو کم از کم انٹرمیڈیٹ کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' ان کورسز کے ذریعے ان کو ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے۔ ہفتے میں پانچ دن روزانہ صبح کے اوقات میں تقریباً پانچ گھنٹے تدریس ہوگی۔ ہفتہ وار تعطیل ہفتہ اور اتوار کو ہوگی۔

نصاب (پارٹ I) برائے مرد و خواتین

1. عربی صرف ونحو
2. ترجمۂ قرآن
3. آیاتِ قرآنی کی صرفی ونحوی تحلیل
4. قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی
5. تجوید و ناظرہ
6. مطالعۂ حدیث و فقہ العبادات
7. اصطلاحاتِ حدیث
8. اضافی محاضرات

نصاب (پارٹ II) برائے مرد حضرات

1. مکمل ترجمۃ القرآن (مع تفسیری توضیحات)
2. مجموعۂ حدیث
3. فقہ
4. اصولِ تفسیر
5. اصولِ حدیث
6. اصولِ فقہ
7. عقیدہ
8. عربی زبان وادب
9. اضافی محاضرات

- کلاسز کا آغاز یکم اگست بروز سوموار سے ہو رہا ہے
- خواہش مند خواتین و حضرات داخلہ کے لیے رابطہ کر سکتے ہیں
- پارٹ II میں خواتین کی شرکت کا انتظام نہیں ہے

نوٹ: داخلہ کے خواہشمند یکم اگست تک اپنی رجسٹریشن ضرور کروالیں۔ رجسٹریشن نہ ہونے کی صورت میں لیٹ داخلہ نہیں دیا جائے گا۔

پارٹ I میں داخلے کے لیے انٹرمیڈیٹ پاس ہونا اور پارٹ II میں داخلے کے لیے رجوع الی القرآن کورس (پارٹ I) پاس کرنا لازمی ہے

برائے رابطہ: قرآن اکیڈمی

36-K ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
email:irts@tanzeem.org

ندیم سہیل
0322-4371473

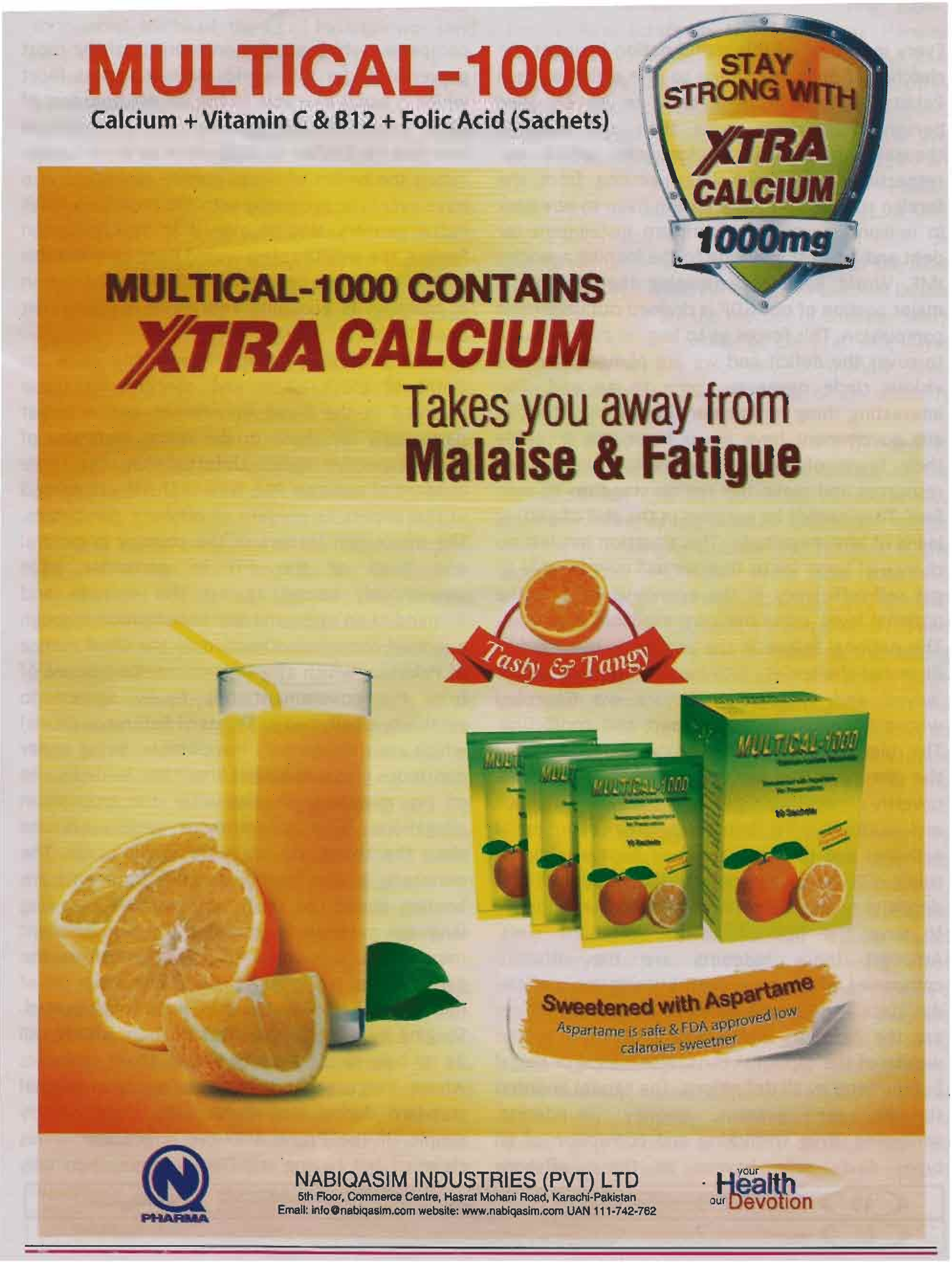
MULTICAL-1000
Calcium + Vitamin C & B12 + Folic Acid (Sachets)
STAY STRONG WITH
XTRA CALCIUM
1000mg
MULTICAL-1000 CONTAINS
XTRA CALCIUM
Takes you away from
Malaise & Fatigue
Tasty & Tangy
MULTICAL-1000
Sweetened with Aspartame
Aspartame is safe & FDA approved low calaroies sweetner
PHARMA
NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762
your Health our Devotion